ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان

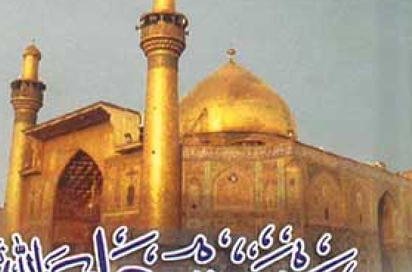
جلد 9 | ستمبر 2009 رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ | شمارہ 12

رسول کریم ﷺ اور قرآن

شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان



آخری عشرہ رمضان المبارک کے معمولات



اسلام دشمنوں کی بدحواسیاں

اداریہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

شادی بیاہ کی رسمیں

حمد باری تعالیٰ

میرا خدا

جل شانہٗ

جو ہے سب کا خدا، سب سے بڑا، میرا خدا وہ ہے
نہیں جس کے سوا کوئی خدا، میرا خدا وہ ہے
کریم واحد و یکتا، وہ بے ہمسر، وہ بے ہمتا!
نہیں جس میں کوئی شرکت روا، میرا خدا وہ ہے
جو خالق ہے زمانے کا، جو رازق ہے زمانے کا
زمانہ جس کے در پر جبہ سا، میرا خدا وہ ہے
یہ جو کچھ بھی بنا، اس کے بنائے سے بنا بیشک
ہے جس کا کن، بنائے ہر بنا، میرا خدا وہ ہے
جسے چاہے بقا بخشے جسے چاہے فنا کر دے!
جو مالک ہے حیات و موت کا، میرا خدا وہ ہے
غنی و مغنی و منعم، کریم و اکرم و مکرم!!!
سبھی ہیں جس کے محتاج عطا، میرا خدا وہ ہے
زمین و آسمان، کیا کوہ و دریا، کیا مہ و انجم
ہے جس کے حکم کا اک اک بندھا، میرا خدا وہ ہے
وہ ہے میرا پیغمبر جس کو کہیے شافع محشر
جو ہے پئے مالک روز جزا، میرا خدا وہ ہے
طفیل نقش لاثانی شفا پائے گا آسی بھی
کہ جس کے ہاتھ میں ہے سب شفا، میرا خدا وہ ہے

نعت حبیب ﷺ

میرا نبی

علیہ التحیۃ والثناء

ہیں جس پہ ختم حدیں قرب کی، میرا نبی وہ ہے
جو ہے سب انبیا کا بھی نبی، میرا نبی وہ ہے
زمین و آسماں میں جس کا ثانی ہی نہیں کوئی!
ملی جس کو دو عالم کی شہی، میرا نبی وہ ہے
زمانے بھر کا مولا، اپنے رب کا مظہر یکتا
جو ہے مقصودِ اوج بندگی میرا نبی وہ ہے
وہ دو عالم کا داتا، بندہ پرور سب زمانے کا
گدا جس کے نبی، شیخ و ولی، میرا نبی وہ ہے
وہ محبوبِ خدا، دلدار و دلبر سب خدائی کا
کمال حسن جس کی عاشقی، میرا نبی وہ ہے
وہ حسن و محسن و احساں، امین و مومن و ایماں
نہیں جس کے سوا چارہ کوئی، میرا نبی وہ ہے
رحیم و راحم و ارحم، علیم و عالم و اعلم
جو ہے غم خوار ضعف و بیکسی، میرا نبی وہ ہے
زمانہ کس قدر تاریک تھا، وحشت کا صحرا تھا
ملی دنیا کو جس سے روشنی، میرا نبی وہ ہے
جو تربت میں ہے زندہ، وہ ہے اے آسی مرا مرشد
جو ہے روح رواں زندگی میرا نبی وہ ہے

پروفیسر محمد حسین آسی

غلبۂ دینِ حق کی عظیم تحریک شیرانِ اسلام کا ترجمان

ماہنامہ الحقیقہ پاکستان

مجلہ

جلد 9۔ ستمبر 2009ء رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ۔ شمارہ 12

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو

زرِ تعاون

پاکستان فی پرچہ -/[redacted] روپے

بذریعہ ڈاک -/[redacted] سالانہ چندہ

یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

لاثانی بک اینڈ کمپوزنگ سنٹر، ریلوے روڈ نزد نیشنل بینک شکرگڑھ 0542-451 997

رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکرگڑھ 0542-451734

فہرست

پبلشر محمد عطاء الحق نے احمدین پرنٹرز داتا دربار مارکیٹ سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلہ الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکرگڑھ فون 0542-451734 نارووال سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس - ۶۲

ترجمہ: سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمة الحقیقه

اداریه

اسلام دشمنوں کی بدحواسیاں

سعید آسوی کے قلم سے

یورپ میں جس تیزی سے اسلام پھیل رہا ہے، وہاں کے فلاسفر پالیسی ساز دانشور اور مستشرقین اس انقلاب پر انگشت بدنداں اور محوِ حیرت ہیں۔ ان کی عقل دنگ ہے کہ ہم نے مرد وزن کو آزادی دی، شراب عام کی، نائٹ کلب اور قحبہ خانے بنائے، صحت کے مراکز قائم کئے، تعلیم مفت کر دی، بیروزگاروں کو روزگار الاؤنس دیا جس کی بدولت وہ بھی خوشحال زندگی بسر کر رہے ہیں، بچوں کی پرورش کا ذمہ حکومتوں نے لے لیا، ان کے بقول ہم نے یورپ کے مکینوں کی ''فلاح و بہبود'' کے حوالے سے ہر سہولت فراہم کی۔ کوئی مسجد بنائے، چرچ جائے یا مندر کا بندر بنے، ہر شخص اپنے عمل میں بااختیار ہے۔ مگر اس سب کے باوجود عیسائیت او یہودیت نہ ہندومت و بدھ مت کو وہ فروغ حاصل ہو رہا ہے جس قدر اسلام ہر دل عزیز بن چکا ہے۔ یوں اسلام گویا مغرب کے سینے پر چڑھ کے مونگ دل رہا ہے۔

☆...... نیویارک کے مقبول جریدے Time نے اس سلسلے میں ایک رپورٹ شائع کی ہے کہ محض تین دہائیاں قبل مسلمان یورپ میں اجنبی تھے، لیکن بالآخر اپنی سیاسی و سماجی حیثیت منوانے میں وہ کامیاب ہو چکے ہیں۔

☆...... برطانیہ میں ایک تعلیمی ٹرسٹ اسلامک فاؤنڈیشن کے جائزے کے مطابق ''یورپ میں ڈھائی کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ ان میں ایک کروڑ پندرہ لاکھ روس میں، ساٹھ لاکھ (تقریبا) مغربی یورپ میں جبکہ پچھتر لاکھ باقی ماندہ ممالک میں آباد ہیں۔ اس طرح اسلام یورپ کا دوسرا بڑا مذہب ہے''

☆...... 1963ء میں برطانیہ میں صرف تیرہ مساجد تھیں، جن میں محض فجر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ہوتی تھیں جبکہ پورے برطانیہ میں جمعہ کی کوئی خاص روایت نہ تھی۔ جبکہ تازہ اعداد و شمار کے مطابق اب وہاں 600 سے زائد مساجد میں پنج وقتہ نماز با جماعت اور باقاعدہ جمعہ کا اہتمام ہے۔ اب وہاں مسلمانوں کی تعداد 20 لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ نیز 400 اسلامی تنظیمیں فعال ہیں۔

☆...... یورپی ممالک میں سے سب سے زیادہ مسلمان فرانس میں ہیں جہاں ان کی تعداد 60 لاکھ ہے۔ 1300 مساجد و اسلامک سنٹر اور

600 اسلامی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ قومی سطح پر مسلمانوں کا اپنا ریڈیو چینل ہے، سکولز اور کالجز ہیں (پہلے کالج کا افتتاح 2001ء میں 'آبرو ویلز' میں ہوا) حکومت فرانس کا خیال ہے کہ آئندہ پندرہ سالوں میں مسلمانوں کی تعداد 80 لاکھ تک پہنچ جائے گی۔

☆...... اٹلی میں مسلمانوں کی تعداد 10 لاکھ جبکہ 450 مساجد و اسلامک سنٹر قائم ہو چکے ہیں۔

☆...... جرمنی میں 40 لاکھ مسلمان آباد ہیں نیز 1400 مساجد و اسلامک سنٹر ہیں۔ آبادی کا تناسب 30.7 فیصد ہے۔

☆...... کینیڈا میں اسلام قبول کرنے والوں کی شرح میں زبردست اضافے نے حکومت کو بوکھلا کر رکھ دیا ہے۔

☆...... 11 ستمبر کے واقعات کے بعد سوئٹزر لینڈ کے 6000 عیسائی مسلمان ہوئے۔

☆...... امریکہ کے ایک آزاد تحقیقاتی ادارے کے مطابق 2025ء تک زمین پر آباد نفوس میں ایک تہائی مسلمان ہوں گے۔

☆...... سان ڈیاگو یونیورسٹی کے ایک محقق جان ویکس کے مطابق 2020ء تک دنیا میں ہر چار افراد میں سے ایک مسلمان ہوگا۔ (انشاءاللہ)

☆...... معروف پادری ماجو لینی کے بقول "مستقبل اسلام کا ہے"

اسلام کی اشاعت کی اس برق رفتاری کے سبب بین الاقوامی تحقیقاتی اداروں اور جرائد کے پیش کردہ مزید اعداد و شمار ملاحظہ کیجئے۔

☆...... امریکی جریدے TIME کے مطابق 2025ء تک مسلمان پوری دنیا میں 35.5 فیصد جبکہ عیسائی 20.2 فیصد ہوں گے۔

☆...... 2000ء میں ہندو 13.4 فیصد تھے جبکہ 2025ء تک 5.7 فیصد ہوں گے۔

☆...... 2000ء میں بدھ مت کے پیروکار 5.9 فیصد تھے جبکہ 2025ء تک 5.7 فیصد ہوں گے۔

☆...... 2000ء میں یہودی 3.7 فیصد تھے جبکہ 2025ء میں 2.5 فیصد ہوں گے۔

☆...... دیگر جملہ مذاہب 7.7 فیصد ہوں گے۔

اس طرح کی رپورٹیں اور اعداد و شمار منظر عام پر آنے کے بعد تمام یورپ اور پادری بدحواس ہو کر سر جوڑ کر بیٹھ گئے کہ کس طرح مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو کچلا جائے۔ چنانچہ انہوں نے جو پلان ترتیب دیا، وہ یہ ہے

(1)...... 9/11 کا خود ساختہ واقعہ ان کے پلان کی تمہید تھا۔ اس واقعہ کو بنیاد بنا کر امریکہ اور اس کے حواریوں نے مسلم ممالک پر فوج کشی کا آغاز کر دیا۔ چنانچہ افغانستان کی اسلامی حکومت کو ختم کیا گیا۔ پھر امریکہ اور برطانیہ میں رجسٹریشن کے نام پر مسلمانوں کو ملک بدر کیا گیا۔ قانونی طور پر رہائش پذیر مسلمانوں کو پریشانی اور خوف میں مبتلا کیا گیا تا کہ نہ تو یہ عملی طور پر اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں شریک ہو سکیں اور نہ فنڈز فراہم کر سکیں۔ {یاد رہے کہ 9/11 کا واقعہ امریکہ کی اپنی اختراع تھی۔ جیسا کہ دنیا کے کئی ممالک کے دانشوروں اور محققین کے علاوہ مغرب کی اپنی شخصیات نے ہمارے اسی موقف کی تائید کی ہے۔ چنانچہ تھیری میسن (Thiery Meyssan) جو ایک یورپی مصنف، ایک ماہنامے کے ایڈیٹر اور تحقیقاتی کام کے حوالے سے خاصے معروف ہیں نے اپنی کتاب "9/11-- The big lie" (نائن الیون ۔۔۔ ایک عظیم جھوٹ) میں امریکہ کے سرکاری موقف کو نہایت پراثر انداز میں چیلنج کیا ہے۔ انہوں نے دلائل کے جو انبار لگائے ان میں سے ایک یہ تھا کہ تھیری میسن کے مطابق "اپنے رب سے دور ہٹ کر ایک دوسرے شہر کے ٹاور کو ہٹ کرنے کے لئے پائلٹس کے لئے ضروری تھا کہ وہ کم بلندی تک آتے، نہ صرف یہ بلکہ اپنے جہاز کو انہیں Laterally یعنی افقی طور پر ایڈجسٹ کرنا بھی ضروری تھا۔ ان جہازوں یعنی 767 بوئنگ کا ونگ 767 فٹ کا ہوتا ہے جبکہ جڑواں ٹاوروں کی

چوڑائی 201 فٹ تھی۔ صرف 183 فٹ کے فاصلے سے جہاز اپنے نشانے کو مس کر سکتے تھے۔ 440 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے یہ فاصلہ ایک سیکنڈ کے تیسرے حصے میں طے ہو جاتا ہے۔ اس امر کا احساس کرتے ہوئے کہ ان جہازوں کی Manoevoravility کم ہوتی ہے، اس طرح کا کام کسی بہت ماہر پائلٹ کے لئے بھی بہت مشکل ہوتا، چہ جائیکہ یہ کرشمہ ایک تربیتی پائلٹ دکھانے میں کامیاب ہو۔ اس سلسلے میں فلائنگ کا طویل تجربہ رکھنے والے جن پائلٹس سے بات کی گئی وہ اس طرح کے کسی بھی آپریشن کے بارے میں وثوق سے نہ کہہ سکے کہ وہ آسانی سے ایسا کر سکیں گے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ ایک شوقیہ پائلٹ کے لئے تو یہ بالکل ناممکن نظر آتا ہے"

نیو میکسیکو انسٹی ٹیوٹ آف مائننگ اینڈ ٹیکنالوجی کے مشہور ایکسپرٹ مسٹروین رومیو، ایک یونانی سینیٹر Yoki Hissa Fajita، دو امریکی صحافیوں John Spamton اور Wayne Madsom، سوڈان میں CIA کے سربراہ Milton Beardon مصر کے صدر حسنی مبارک جو امریکی اتحادی اور پائلٹ بھی ہیں، ان تمام کے علاوہ بیشمار نامور شخصیات 9/11 کو (مسلم دشمنی کے لئے بہانہ بنانے کے لئے) امریکی و یہودی سازش قرار دیتے ہیں۔"}

(2)...... مسلمانوں کے آقا و مولا ﷺ کی توہین جیسے گھناؤنے اور مکروہ فعل کا ارتکاب کیا گیا اور باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت متعدد یورپی ممالک نے توہین آمیز خاکے اخبارات میں شائع کئے۔ پنہاس بن ماہم ایک یہودی شیطان کی حضور اکرم ﷺ کے خلاف تحریر کردہ کتاب بھی لندن سے منظر عام پر لائی گئی۔ 'فتنہ' نامی فلم بنا کر اسلام کے خلاف اپنی گندی فطرت کا اظہار کیا گیا۔ امریکہ کے اندر True Quran کے نام پر جعلی قرآن کی اشاعت و تقسیم کر کے قرآن کی توہین کی گئی۔ امریکی ہفت روزہ ہیومن رائٹس کی خلاف اسلام و بانی اسلام کتاب بھی شائع کی گئی۔

(3)...... فرقہ واریت کو ہوا دینا۔

(4)...... مخرب اخلاق کلچر کا فروغ

(5)...... مستشرقین کی سازشیں۔

(6)...... مسلمانوں کے بنیادی افکار کو ہدف بنانا۔

(7)...... مسلمان عورتوں سے بے جا غم خواری۔

(8)...... بنیاد پرستی اور دہشتگردی کا الزام۔

(9)...... اسلامی ریاست پر نظریاتی حملے۔

(10)...... معاشرتی ہتھکنڈے۔

پہلے دو منصوبوں کے علاوہ دیگر کی طرف طوالت کے خوف سے محض اشارہ کیا گیا ہے۔ اگر گہرائی میں جا کر دیکھا جائے تو یہ سازشیں اسلام کی جڑیں کاٹنے کے مترادف ہیں۔

☆...... اگرچہ افغانستان، عراق کے علاوہ شام، اردن، لبنان، ایران و متعدد دیگر ممالک بھی امریکہ و یورپ کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہیں تاہم خصوصیت کے ساتھ پاکستان ان کے شکنجے میں پھنس چکا ہے اور اس بات کا انکار حقیقت سے انکار ہوگا۔ چنانچہ

☆...... اگر آج امریکہ بار بار الزام لگا رہا ہے کہ القاعدہ کی قیادت پاکستان میں روپوش ہے، تو اس کی سوچ یہی ہے کہ القاعدہ کے تعاقب میں

پاکستان میں آگھسے اور اس کے ایٹمی اثاثوں پر کسی طرح قبضہ کر لے۔

☆...... بلوچستان میں شدت پسندوں کی کارروائیاں، طالبان کے طریقہ واردات سے بالکل ہم آہنگ ہو چکی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں بلوچی علیحدگی پسندوں نے حکومتی رٹ کو چیلنج کر رکھا ہے۔ تو یہ سب بیرونی طاقتوں کا کیا دھرا ہے۔

☆...... اسلام آباد کے ایک اہم ترین علاقے کے اردگرد باڑ لگا کر امریکہ نے اپنی ''امریکی سٹیٹ'' قائم کر لی ہے۔ یہ پاکستانیوں کے لئے ''نو گو ایریا'' بن چکا ہے۔ جہاں کسی عام پاکستانی کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ وہاں ایک ہزار امریکن میرین فوجی موجود ہیں۔ جبکہ مزید کی ''تشریف آوری'' کے لئے عمارت کی تعمیر کا آغاز ہو چکا ہے۔

☆...... تربیلا جیسی اہم جگہ پر بھی امریکی چھاؤنی وسیع کی جا رہی ہے۔

☆...... پاکستان کے تقریباً تمام اہم قومی ادارے مالی طور پر دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ اندرونی و بیرونی قرض اتنا بڑھ چکا ہے اور بڑھ رہا ہے کہ شاید ہم اگلی نصف صدی میں بھی ادا نہ کر سکیں۔

☆...... سانحہ گوجرہ جس میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان شدید خونریزی ہوئی۔ اس میں بھی بیرونی طاقتیں ملوث ہیں جیسا کہ جوں جوں حقائق سامنے آرہے ہیں واضح ہوتا جا رہا ہے۔

☆...... یہ تمام واقعات باہم متعلق ہیں۔ ان تمام کا مقصد ایک ہے اور وہ ہے پاکستان کی تباہی۔ کیوں، اسلئے کہ اغیار کو خبر ہے کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے اور اسے تباہ کئے بغیر ہماری 'فتح' بے معنی ہے۔ چنانچہ بتدریج اسے تباہی کے کنارے دھکیلا جا رہا ہے۔ اگر وہ کبھی اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں (اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فضل و کرم سے قطعی طور پر ناممکن ہے) تو پھر ان کی نظر میں ایران ہے۔ یوں ایک ایک کر کے اسلامی ممالک کو ناپید کرنے کے شیطانی منصوبے پر وہ عمل پیرا ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ یہود و ہنود کی اس ساری پلاننگ اور سازش کے باوجود یورپ کیوں اسلام کے زیرِ نگیں آرہا ہے۔ بات یہ ہے کہ

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے ۔۔۔ اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

بات در حقیقت یہی ہے کہ اس دین کا محافظ خود رب تعالیٰ ہے اور اس دین کی آبیاری سرور کائنات ﷺ نے کی ہے۔ اس سچے رب نے اپنے سچے نبی ﷺ کے طفیل ہی ہمیں یہ سلطنتیں عطا فرمائی ہیں اور انہی کے صدقے انہیں قائم و دائم بھی رکھے گا چاہے دس اور آصف زرداری جیسے ملک و ملت کا سودا کرنے والے جنم لے لیں۔ قوم کو ہرگز گھبرانے کی ضرورت نہیں، ہاں اپنی اصلاح حوال کی طرف توجہ ضرور دیں۔ اسلام کا یوں فتوحات پہ فتوحات حاصل کرنا یقیناً امدادِ الٰہی ہے۔

انگلستان کے نامور مفکر جارج برنارڈ شا کا یہ قول تاریخ کی کتب میں بہت مشہور ہے اور یقیناً جیسا کہ ابتداء میں بیان ہوا کہ اسلام نہایت سرعت کے ساتھ مغرب میں اپنی جگہ بنا رہا ہے، اس کے تناظر میں ہی اس نے ایسا کہا ہو گا کہ

''آنے والی صدی میں دنیا کے سب ہی مذہب فنا ہو جائیں گے، بجز اسلام کے۔ کیونکہ یہی ایک ایسا مذہب ہے جو وقت کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے''

☆......

اتحاد ملت

کی ضرورت و صورت

قسط: 29

حضور مفکر اسلام
پروفیسر محمد حسین آسی
علیہ الرحمہ

غلام رسول کون؟ آپ نے دیکھا اور غور کیا' ایک آدمی ہے جس کے سامنے حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا ہے' توقع ہوتی ہے کہ اگر چہ اس کا نام غلام رسول نہیں تاہم امتی ہونے کے ناتے غلام رسول تو ضرور ہے لہذا یقیناً اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خیر سن کر خوش ہوگا۔ مگر ہوتا کیا ہے؟ وہ غصے سے لال پیلا ہو جاتا ہے اور اس کے لئے یہ ذکر خیر اتنا نا قابل برداشت ہوتا ہے کہ مرنے مارنے پر اتر آتا ہے۔ فرمایئے اسے آپ کس زاویئے سے غلام رسول کہہ سکیں گے اور کس علامت سے ملت اسلامیہ کا فرد تصور کر سکیں گے۔ کیا قرآن پاک کا یہی مشن ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ذکر محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء روکا جائے۔ اگر واقعی یہی بات ہے تو اللہ نے یہ کیوں فرمایا

ورفعنا لک ذکرک ٥ (الانشراح:۴) ترجمہ: اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا

یہ آیت کریمہ پکار پکار کے فرما رہی ہے کہ اللہ اپنے حبیب پاک سرور لولاک ﷺ کا ذکر خیر آپ کے لئے بلند فرما چکا اور 'لک' کا 'ل' اگر تملیکی ہو (جیسا کہ بعض نے سمجھا) تو یہ ذکر خیر حضور پرنور ﷺ کی ملکیت میں دے دیا گیا۔ یعنی اپنے سوا بھی جس کا ذکر حضور ﷺ بلند فرمانا چاہیں گے، اسی کا بلند ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور زمین و آسمان تک اس پر شاہد ہیں۔ حضرت اقبال علیہ الرحمہ نے اسی تناظر میں فرمایا تھا

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

یعنی اسکندر رومی جیسا فاتح اعظم تو موت کی تاریک وادیوں میں کھو کر لوح حافظہ تک سے اتر جائے اور بلال حبشی رضی اللہ عنہ جن کی سیاسی و سماجی اعتبار سے بظاہر کوئی حیثیت نہ ہو، پھر بھی زندۂ جاوید ہو جائیں اور مشرق و مغرب میں ان کی دھوم مچی ہوئی ہو، انھیں یہ مرتبہ جو حاصل ہوا تو ظاہر ہے محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے عشق کی برکت سے ہوا ہے۔

بات تو یہ ہو رہی تھی کہ اپنے نبی مکرم رسول محتشم ﷺ کا نام پاک اور ذکر خیر سن کر ایک مسلمان کا رد عمل کیا ہونا چاہئے۔ اس میں محبت و عقیدت کا جذبہ بیدار ہونا چاہئے یا اس سے بغض و عداوت پر مبنی منفی رویے کا ظہور ہونا چاہئے۔

کیا یہ اسی صورت میں ممکن نہیں جب آپ کو کسی سے شدید بغض ہو اور آپ اس کے نام کو سننا قطعاً گوارا نہ کرتے ہوں۔ دنیا میں کسی سے محبت ہوتی ہے اور کسی سے بغض۔ مگر ایسی محبت کہ انسان اس میں گم ہو کے رہ جائے شاذ و نادر ہی ہوتی ہے اور ایسا بغض کہ نام تک سننا بھی برداشت نہ ہو، بہت کم واقع ہوتا ہے۔ اگر یہ حقیقت آپ کے سامنے ہے تو بتایئے جو لوگ حضور پرنور ﷺ کا نام پاک سن کر برہم ہو جاتے ہیں، آخر ان کا یہ رویہ کس بات کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ خود بھی شاید کسی بھی دشمن کے ساتھ ایسا رویہ نہیں رکھتے کہ کوئی ان کے سامنے اس کا نام لے اور یہ سیخ پا ہو جائیں مگر جس آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا کا کلمہ پڑھتے ہیں، اس ذات رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت ان کا حال بد بہر حال یہی ہے۔

شدید بغض کا سبب: پھر کسی کے نام یاد کرے یہ کہ عموماً بغض اس بات پر ہوتی ہے کہ وہ شخص آپ کو شدید ترین صدمہ یا نقصان پہنچا چکا ہو، مثلاً آپ کے والدین یا کسی عزیز کا قاتل ہے، یا مثلاً وہ آپ کی بے آبروئی کا سبب بنا ہو۔ اس موقع پر آپ شدید نفرت کا اظہار کریں، حق بجانب ہوں گے۔ مگر جو کریم بالمومنین رؤف رحیم ہو، جو آپ کے دکھ کو برداشت نہ کرتا ہو، جو ہر حال میں رحمت ہی رحمت بلکہ رحمۃ للعلمین ہو، جو زندگی کے ہر موڑ پر امت کا ساتھ دیتا ہو اور غاروں میں جا جا کر، راتوں کو جاگ جاگ کر بخشش کی دعائیں کرتا ہو، جو عذاب قبر سے بچانے والا، حشر کو شفاعت فرمانے والا اور جنت میں ساتھ لے کر جانے والا ہو، اس کے ساتھ یہ عداوت و بغاوت کا انداز احسان ناشناسی کی بدترین مثال نہیں تو اور کیا ہے۔

اعلیٰحضرت نے خوب فرمایا

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر!

ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے؟

اب اگر ایسے بخار زدہ خارجی بدبخت کو آپ امت مرحومہ کا فرد کہنے پر تلے ہوئے ہیں تو اپنے ایمان کی بھی خیر منائیں۔ ایسی دشمنی تو شاید ابوجہل، ابولہب اور ان کی پوری کمپنی میں بھی کسی کے دل میں نہیں تھی، جو اس کلمہ پڑھنے والے کی متاع حیات ہے۔

سب سے زیادہ محبت کا مستحق: اگر آپ کے سینے میں ایمان کی تھوڑی بہت چمک موجود ہے اور عقل و انصاف سے کچھ نہ کچھ تعلق ہے تو کھلے دل سے سوچ کر فرمائیے اس پوری کائنات میں کم از کم کلمہ پڑھنے والے کیلئے مخلوق میں سب سے زیادہ محبت کا مستحق کون ہے۔ کیا آپ نے کبھی آیات و روایات سے کوئی رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور کبھی اپنے دل و دماغ سے بھی یہ سوال کیا ہے۔ یقیناً اگر ایک مومن کی حیثیت سے آپ نے اس سوال پر غور کیا ہے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی پیروی میں آپ پکار اٹھیں گے کہ

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا ﷺ

پدر، مادر، برادر، جان، مال، اولاد سے پیارا (حفیظ مرحوم)

اور بقول حضرت اقبال

مغز قرآں، روح ایماں، جان دیں

ہست حب رحمۃ للعلمین ﷺ

اس افسوسناک صورت حال کی المناک ترین شدت کا کیا آپ نے جائزہ لیا، اس کائنات میں خدا کے فرمان سے، خود رسول اللہ ﷺ کے حکم سے، ایمان کے تقاضے سے، عقل کی روشنی میں، احسان شناسی کے طور پر اور اسباب محبت کے فطری اثرات کی بنا پر جس ذات پاک ستودہ صفات ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہونی چاہئے حتیٰ کہ انسان کو اپنی جان و مال کی قربانی سے بھی دریغ نہ ہو، اسی سے سب سے زیادہ بغض کیا اور سکھایا جا رہا ہے۔

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی

عشق کے بدلے عداوت کیجئے

اور پھر ظلم یہ کہ اسی بغض کو توحید کا نام دیا جا رہا ہے۔ یہ کون سمجھائے کہ شراب کو سرکہ کہہ دینے سے وہ حلال نہیں ہو جائے گی اور کفر کو اسلام قرار دینے سے کفر اسلام نہیں بنے گا البتہ ایسی سازش کرنے والے کی قلعی کھل جائے گی اور یہ بات منظر عام پر آ جائے گی کہ کفر کو اسلام کہنے والا در اصل نور ایمان سے محروم ہے۔

کسی کی پہچان نہ ہونے کی بنا پر جو روزمرہ زندگی میں نقصانات ہوتے ہیں، انھیں سمجھنا مشکل نہیں۔ مثلاً رات کو مہمان بن کر کچھ لوگ داخل

ہوئے مگر بعد میں معلوم ہوا یہ تو قاتل تھے یا ڈاکو۔ ایک شخص کسی کو خیر خواہ بن کر ہمسفری پر آمادہ کر لیتا ہے، مگر وہی راستے میں دشمن جاں کا کردار ادا کرتا ہے۔ دھوکا کھانے والے نے دھوکا کھایا تو کیوں؟ محض اس بنا پر کہ وہ مجرم کو پہچان نہیں سکا۔ اگر وہ پہلے جان لیتا کہ یہ مہمان یا خیر خواہ نہیں تو دھوکا نہ کھاتا۔ اب آیئے ان 'مُلاؤں' کی طرف جو 'مُلائی' کے لبادے میں ہیں اور 'لبادے' تک ہی مُلا ہیں۔ جب یہ اپنے نبی مکرم سرور کائنات اصل موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کا ذکر خیر یا بیان فضل وکمال کو برداشت نہیں کر سکتے بلکہ اس ذکر خیر یا بیان فضل وکمال کا ارادہ بھی ان پر بجلی بن کر گرتا ہے تو کیا ان کی پہچان مشکل ہے۔ اور اگر پہچان لیا گیا کہ یہ دشمنان رسول (ﷺ) ہیں اور اس حد تک ہیں کہ ذکر تک برداشت نہیں کر سکتے تو پھر ملت ان سے دھوکا کھائے تو اس کی ذمہ داری کس پر ہے۔ محفل میلاد کیا ہے؟ دراصل اللہ کے اس احسان عظیم کا کہ اس نے اپنے حبیب کریم رسول اکرم نبی اعظم ﷺ کو دنیا میں بھیجا شکریہ ہے' یا شکر کا اجتماعی انداز ہے۔ یا یوں سمجھو حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے واقعات کا ذکر۔ اب کوئی شخص اس پر بھی چیں بجبیں ہے تو جائے جہنم میں، مگر یہ تو ظاہر ہو گیا کہ اس کا کچھ بھی تعلق اللہ سے ہے نہ اس کے رسول ﷺ سے ہے۔ قرآن پاک سے ہے نہ اسلام سے، توحید سے ہے نہ ایمان سے۔ جب اس کا حضور پرنور ﷺ کے ساتھ کوئی ایمانی وروحانی یا قلبی وجذباتی واسطہ ہی نہیں، تو یہ توحید کا کیا لگتا ہے اور اسے کس نے یہ منصب سونپا ہے کہ مومن ہونے یا مشرک ہونے کے سرٹیفکیٹ تقسیم کرتا پھرے۔

نعت شریف پر ردِ عمل: اس بات کو مزید واضح کرتا ہوں، ایک معاشرے میں مسلمان بھی' ہندو بھی، عیسائی بھی ہیں یہودی بھی، ملحد بھی ہیں سوشلسٹ بھی۔ سب اپنے اپنے افکار ونظریات کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں اور ایک دوسرے پر پابندی لگانے کا کوئی خیال تک نہیں آتا۔ اچانک ایک مسجد سے نعت شریف کی آواز گونجتی ہے تو یہودی، عیسائی اور دوسرے غیر مسلم اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں' مگر ایک صاحب کہ دیکھنے سے مسلمان دکھائی دیتے ہیں' شکل وصورت سے بھی کچھ تصدیق ہوتی ہے، نعت کی آواز پر آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور جو اس کے منہ میں آتا ہے، اول فول بکنے لگتا ہے۔ فرمایئے اس کے انداز سے کوئی شخص یہ تصور کر سکتا ہے کہ یہ بھی مسلمان ہے اور اسے بھی اسلام سے کچھ واسطہ ہوگا۔ ہاں ہاں جس صورت حال کو غیر مسلموں نے برداشت کر لیا، اسے "یہ شیخ القرآن' شیخ الحدیث' شیخ الاسلام' امام المسلمین' سند المدرسین' یا مبلغ یورپ" برداشت نہیں کر سکا۔ کوئی شخص خواہ کسی لبادے میں بھی ہو' جب وہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کا دشمن ہے' ہمارا کیا لگتا ہے، ہاں ہاں' جب اسے خود اپنے لبادے کی شرم نہیں' ہمیں اس کا خیال کیوں ہو۔

شاید غیر متبرم شخصیت کے غیر محترم لبادے کا ایسا لحاظ نہ کیا جاتا تو امت کبھی فرقہ واریت کا شکار نہ ہوتی۔ مثلاً عبداللہ بن سبا' کے لبادہ' اسلام سے بے نیاز ہو کر اس کے خیالات سے اسے جانا جاتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں ہی فرقہ واریت کا آغاز نہ ہو جاتا (چنانچہ کوئی صحابی رضی اللہ عنہ تو اس کی باتوں میں نہیں آیا مگر پھر بھی دوسرے لوگوں کی ایک مختصر سی تعداد نے سہی، اس کی دہشت گردی کی حقیقت نہ پہچان سکے کیونکہ وہ محب اہل بیت کے لبادے میں باہر نکلا تھا۔) اسی طرح مختلف ادوار میں مختلف لوگ جو دراصل اپنے نہیں تھے یا اپنے نہیں رہے تھے۔ مختلف لبادوں میں قوم کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو گئے۔

توحید ایک لبادہ: آج سے دو اڑھائی صدیاں پہلے کفر بہت منظم اور سیاسی جاہ وجلال کا مالک تھا۔ اس کے بڑے بڑے 'ستونوں' کو اس بات کی سمجھ آگئی کہ مسلمانوں کے دل سے جذبہ' عشق رسول ﷺ کا جذبہ ختم ہو جائے تو 'جہاد' نہ رہے گا اور مسلمانوں کے بیدار ہونے کی کوئی صورت، چنانچہ پوری منصوبہ بندی کا رخ مسلمانوں کے اندر سے یہ عشق رسول ﷺ نکالنے پر صرف کر دی۔ اس کے لئے انھوں نے ایران، برصغیر اور دوسرے علاقوں میں اپنی ذھب کے خانہ ساز 'مدعیان نبوت' بھی تیار کر لئے، جہاد کے خلاف فتویٰ دینے والے اور انگریزوں سے وفاداری کا سبق سکھانے والے 'شیخ القرآن اور شیخ الحدیث' بھی 'مارکیٹ' میں لے آئے اور سب سے بڑی بات یہ کہ محبوبان خدا خصوصاً حضور پرنور ﷺ کے فضائل وکمالات کا انکار کرنے کرانے والے بدزبان 'خطیب' محقق' شمس العلماؤں کی ایک کھیپ بھی معرض وجود میں آگئی۔ حضور پرنور ﷺ کے غلاموں کو فطری طور پر

اپنے اللہ سے بھی محبت ہے اور اس کے حبیب مکرم ﷺ سے بھی۔ ان کے خلاف برزہ سرائی آسان نہیں تھی۔ ایمان کیا حائل ہوتا، اسے تو پہلے ہی سستے داموں فروخت کر چکے تھے۔ ہاں کچھ نہ کچھ مسلمانوں کو اپنا ہمنوا بنانا ضروری تھا تو اس کے لئے 'توحید' کا لبادہ اوڑھا گیا۔ 'توحید' ظاہر ہے، رسالت کے عقیدے کے بغیر اپنی آب وتاب کھو بیٹھتی ہے اور اس کی وہی شکل رہ جاتی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے والے ملعون کی توحید کی تھی۔ اصل میں ان کا اگلا ہدف توحید تھی لہذا پہلے خیال میں جب یہ 'رسالت' سے فارغ ہو گئے تو پھر 'توحید' کی طرف بھی متوجہ ہو گئے۔ اس کی کچھ تفصیل ذرا بعد میں آتی ہے۔

محبت کے اسباب: صورت حال کی سنگینی کا ذرا اندازہ کیجئے۔ حضور پرنور ﷺ کے خلاف اور پھر وہ بھی مسلمانوں کے سامنے جوئے شیر لانے سے زیادہ مشکل تھا۔ مگر اس کے لئے نعرہ لگایا گیا تحفظِ توحید کا۔ آپ پوچھیں گے آخر حضور پرنور ﷺ کے فضائل کے انکار کی شدید ضرورت کیوں محسوس کی گئی، میں عرض کروں گا، دلوں سے محبت رسول ﷺ نکالنے کے لئے۔ وجہ یہ کہ کمالات کا اسباب محبت سے گہرا تعلق ہے۔ جس شخص سے بھی پیار ہوگا، عموماً اس کی تین وجوہ ہوں گی۔ (یہ خلاصہ ہے اس بیان کا جو حضرت مولانا پروفیسر الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ سابق استاذ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن نے وہاں ایک محفل میلاد میں غالباً ۱۹۴۴ء میں دیا تھا اور ان کے ملفوظات 'القول الطیب' میں درج ہوا تھا۔)

ا۔ حسن وجمال: چنانچہ ہر حسین وجمیل چیز میں ایک کشش ہوتی ہے جیسے گلاب کا پھول وغیرہ اور مسلمان ہمیشہ سے حضور پرنور ﷺ کو عام انسانوں سے بہت بلند تر مانتے رہے ہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق حضور پرنور ﷺ اللہ کے نور سے ہیں اور باقی مخلوق حضور ﷺ کے نور سے اس پر آیات وروایات بھی شاہد ہیں مگر نجد و دیوبند کے محققین نے سارازور حضور پرنور ﷺ کو اپنے جیسا 'بشر' اپنا بڑا بھائی بلکہ محض بھائی کہنے پر لگا دیا۔ آپ ازراہ انصاف بتایئے کتاب وسنت میں والدین کا مقام کیا بتایا گیا ہے اور اس پس منظر میں دیکھئے نبی کا مقام باپ کے برابر بھی نہیں، بڑا بھائی یا محض بھائی سمجھنا کتنی بڑی جسارت ہے تو ان 'مجاہدوں' اور 'مجتہدوں' کے حصے میں آئی۔ قرآن پاک نے جب یہ فرمایا

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب۔۶)

ترجمہ: نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

حضور ﷺ کی متعدد احادیث میں اپنے نور ہونے کی صراحت موجود ہے۔ تو انھوں نے قرآن پاک کی طرف توجہ کی نہ حدیث پاک کی طرف۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو بات بات پر فداہ ابی و امی (میرے ماں باپ حضور پرنور ﷺ پر قربان) کہا کرتے تھے، سامنے رکھتے گویا ان کے نزدیک حضور پرنور ﷺ ایسے روحانی باپ ہیں کہ ماں اور باپ کو بھی ان پر قربان کیا جاسکتا ہے۔ مگر جدید 'توحید' کے علمبرداروں نے قرآن پاک کی سنی، نہ رسول پاک ﷺ اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی۔ کون نہیں جانتا کہ حضور پرنور ﷺ کے اسماء مقدسہ میں جو قدیم سے سیرت کی کتابوں میں مذکور چلے آتے ہیں، ایک 'نور' بھی ہے جیسا کہ 'رحمۃ للعلمین' کے عظیم مصنف جناب قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے بھی یہ نام پاک یعنی 'نور' 'اسماء الرسول' کے تحت شامل کیا ہے) اور پھر کسے خبر نہیں خلیفہ ثالث امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس لئے 'ذوالنورین' (یعنی دونوروں والے) کہا کرتے تھے کہ ان کے نکاح میں حضور پرنور ﷺ کی دو مقدس صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے آئی تھیں۔ گویا ان کا وہی عقیدہ تھا جو اعلیٰحضرت نے اپنایا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

خوب یاد رکھیں 'اپنے جیسا بشر' ثابت کرنا فضائل وکمالات ہی کی نفی نہیں بلکہ دراصل نبوت کی نفی بھی ہے۔ ممکن ہے یہی دشمنوں کی منزل مقصود بھی ہو کیونکہ ظاہر ہے منصوبہ بندی کرنے والے شیاطین عیسائی تھے یا یہودی' وہ خود کب حضور پرنور ﷺ کو اللہ کا نبی مانتے تھے۔ جب خریداروں کا اپنا ذہن مکمل باغی اور دشمن تھا تو خریدے ہوئے بدنصیبوں سے کس خیر کی توقع ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اشارہ جنبش پر ناچنے والوں نے پہلے ہی

قدم پر ایمان قربان کر دیا۔ کیا آپ کو یاد نہیں گذشتہ امتوں نے اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا جو انکار کیا تھا۔ 'اپنے جیسا بشر' کہہ کر کیا تھا؟ ویسے بھی جب تک اپنے جیسا سمجھا جائے، نبی علیہ السلام پر ایمان کیسے لایا جاسکتا ہے۔ اللہ کریم نے اپنے انبیاء و مرسلین علیہم السلام جو معجزات کی شکل جو بقول مودودی 'غیر معمولی طاقتیں عطا فرمائی تھیں، ان کا مقصد بھی یہی واضح کرنا تھا کہ نبی اور غیر نبی میں بے انتہا فرق ہوتا ہے یہ معمولی نہیں بلکہ 'غیر معمولی بشر' ہوتے ہیں۔ چنانچہ معجزات دیکھ کر جو ان کی غیر معمولی شان پر ایمان لے آتے ہیں 'مسلمان بلکہ صحابی بن جاتے رہے اور کھلی آنکھوں سے ان کی 'غیر معمولی طاقتوں' کا انکار کرنے والے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیئے گئے۔

میں یہاں اشارہ کئے جاتا ہوں جو اہل عقل و حکمت کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اگر 'نبی' کو عام انسانوں سے برتر نہ سمجھا جائے تو ان کے فضائل اخلاق کو سمجھنا بھی ناممکن ہو جائے۔ (میں اس بات پر تحریر میں زیادہ وضاحت کرنا مناسب نہیں سمجھتا، ہاں اہل علم غور کر کے دیکھ لیں، اتنا سمجھ لیں کہ جو ہماری سطح کا بشر ہو، اس کا فکر، اخلاص، انسانی ہمدردی کا جذبہ، معاذ اللہ دنیا کے متعلق رویہ بھی ہمارے جیسا ہوگا) کسی بھی نبی کی نبوت پر ایمان لانا اسی صورت میں ممکن ہے کہ اسے ماورائی خصائص و خصائل سے مالا مال سمجھا جائے اور پھر وہ جو نبی الانبیاء علیہم السلام والمرسلین ہو اس کی شان و عظمت کا تصور کیونکر ممکن ہے۔ مگر اسلام دشمنوں کے زرخرید غلاموں کو حقائق و دقائق سے کیا واسطہ، انھیں قوم کو بہکانا تھا، لہذا شیطان کے بندوں کے یہ بندے میلاد کی مٹھائی، محرم کی سبیل کا پانی، گیارھویں شریف کے چاولوں کو حرام حرام کہتے گئے مگر جس روپے سے متاع ایمان کا سودا ہوا تھا' اسے حلال' ہی کرتے گئے۔ شاید کسی کے ذہن میں یہ خلش پیدا ہو جائے کہ آخر خود نبی علیہ السلام بھی تو اپنے اللہ کے حکم کے مطابق اپنا یہی تعارف کراتا ہے' چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الکھف آخری آیت)

ترجمہ: تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں' مجھے وحی آتی ہے کہ تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

یعنی اے محبوب تم فرماؤ' کہ تمھارا فرمانا گویا از راہ تواضع ہوگا، تو اے کائنات کے ہادی اعظم، اگر آپ تواضع کی عملی تربیت نہ فرمائیں گے بادشاہ، وزیر، صوفی، عارف، مجتہد، امام کہاں سے اس کی تربیت پائیں گے۔

پھر اسی آیت میں وحی کا ذکر اس بات کی تصریح کر دیتا ہے کہ تواضع میں مثلیت کا اقرار ہے تو یہ بھی ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے ہے' ورنہ وہ تو حامل وحی ہیں۔ اور جو حامل وحی ہو اس جیسا کیونکر ہو سکتا ہے۔

دیکھا آپ نے 'حسن و جمال' کی وجہ سے جو محبت کی راہ ہموار ہوتی تھی، نجد و دیوبند کے رہزنوں نے اس پر 'ناکا' لگا دیا۔

۲۔ فضل و کمال: محبت فضل و کمال سے بھی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص رنگ کا سخت کالا ہو مگر فضل و کمال کا ہمالیہ ہو تو بھی آپ کو اس سے محبت ہو جائے گی۔ اللہ نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم و فضل کو عالم آشکار کرنے کے لئے فرمایا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

ترجمہ: اور تمھیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے

اس سے زیادہ واضح کونسا انداز ہو سکتا تھا کہ جو کچھ علم میں نہ ہو وہ سب سکھانے کا اعلان کر دیا جائے، کیا اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کوئی مومن یہ کہہ سکتا ہے کہ فلاں چیز یا فلاں علم حضور ﷺ کے دائرہ علم سے خارج تھا۔ پھر اس کے بعد یہ فرمانا کہ 'اے محبوب اللہ کا فضل عظیم ہے آپ پر'۔ فرمایئے اب عالمگیر وسعت علم میں چون و چرا کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔ مگر یہ آیت تو اتری چودہ صدیاں قبل، جدید 'رہنماؤں' یا راہ ماروں نے اس سے اتفاق نہیں کیا' انھوں نے ترمیم شدہ اعلان یوں کیا

'نبی کو دیوار کے پیچھے کا علم بھی نہیں'

حیرت کی بات ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام بلکہ شیطان ملعون تک کے علم کو کائنات کے ذرے ذرے پر محیط ماننا اور شرک کی نہ سوجھی، ادھر حضور پر نور ﷺ کا ذکر آیا 'شیطانی' 'توحید' نے شور مچا دیا 'شرک شرک'۔

دیوبندیوں اور ان کے ہمنواؤں کو علم نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے انکار سے یہ شیطانی فائدہ پہنچا کہ جو بے ادب بھی جو چاہے بے ادبی کرے، ان کے خیال میں حضور پر نور ﷺ کو ہرگز علم نہیں ہوتا لہٰذا منہ پھٹ لوگ جو جی میں آئے بکیں۔ جو جی میں آئے لکھیں۔ ذرا خیال فرمائیے ایک طرف اللہ کے حبیب مکرم ﷺ کی ذات پاک ہے جسے ان کے خیال میں دیوار کے پیچھے تک کا علم نہیں اور دوسری طرف اللہ کا دشمن شیطان ہے جسے ان کے نقطہ نظر سے خدا نے روئے زمین کے ذرے ذرے کا علم بخش دیا۔ علم کے باب میں اس سے زیادہ گستاخی کیا ہو سکتی ہے۔ مقابلہ اور وہ بھی کس کے ساتھ۔ پھر اگر ایک علم حضور پر نور ﷺ کو حاصل ہو تو شرک ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا علم خاصہ خداوند تعالیٰ ہے، اسی لئے وہ شرک ٹھہرا۔ اب اگر اسی علم کو شیطان اور عزرائیل علیہ السلام کے لئے مان لیا جائے تو مطلب یہ ہوا کہ خدا کا خاصہ ان دونوں میں آگیا۔ اور کسی اور میں خدا کی صفت 'خاصہ' ماننا گویا اسے خدا ماننا ہے۔ اب آپ فیصلہ فرمائیے عزرائیل علیہ السلام اور شیطان کو دیوبند کے 'جیالے' کس حد تک پہنچا دیتے ہیں اور کہاں تک مانتے ہیں، نیز اس کے مقابل بھی علم وفضل کے پیکر' محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کو کتنا کم مانتے ہیں اور کیسا مانتے ہیں۔

یہاں سے کوئی صاحب دل یہ نتیجہ بھی نکال سکتا ہے کہ خداوند علیم وخبیر کے محبوب علیم وخبیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خداداد علم وخبر کا انکار کرنے کی نحوست نجد و دیوبند پر ایسی پڑی کہ وہ شرک میں الجھ گئے اور عزرائیل علیہ السلام بلکہ ابلیس تک کو خدا ماننے کا اپنی زبان سے اقرار کرنے لگے۔ ہاں ہاں گستاخوں کا انجام ایسا ہی دردناک ہوتا ہے اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مارے کو دنیا میں کہیں پناہ نہیں ملتی۔

۳۔ جود و نوال: یعنی اگر کسی میں حسن و جمال اور فضل و کمال دونوں وصف نہ ہوں مگر وہ پھر اگر دل کا غنی اور ہاتھ کا سخی ہو تو بھی انسان اس کا ممنون وگرویدہ ہو جاتا ہے۔ ہاں ہاں ایسا شخص جو کسی کی مصیبت میں اس کے کام آئے اس کی مشکل ٹال دے مصیبت ومشکل میں اس کا فریادرس ثابت ہو، خود بخود دل میں اتر آتا ہے اور الانسان عبد الاحسان (یعنی انسان احسان کا بندہ ہوتا ہے) کے مصداق انسان اس کا محب صادق ہو جاتا ہے۔

رب اکرم جل مجدہ نے اپنے محبوب اعظم واکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا کا محبوب بناتے ہوئے جہاں اس کے حسن وجمال کے اثبات میں اسے نور بلکہ اپنا نور قرار دیا' اسے سراج منیر فرمایا' اس کے چہرہ پر نور کو الضحیٰ اور زلف عنبریں کو اللیل فرما کر قسم ذکر فرمائی، پھر اس کے فضل وکمال کی وسعتوں کا عقیدہ دیتے ہوئے اسے ہر چیز کا عالم بتایا، مگر نجد و دیوبند کے 'شیطان پرستوں' نے اپنی من مانی کرتے ہوئے اپنا مخالفانہ ومعاندانہ نقطہ نظر پیش کیا اور ہر وصف جمیل کا دوٹوک انکار کر دیا۔ اب آیئے حضور اکرم نور مجسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قرآن حکیم اور دشمنوں کے تیسرے محاذ جنگ کا حال سنیں۔ قرآن پاک نے انھیں سارے عالمین کے لئے رحمت قرار دیا گویا وہ کائنات کے ذرے ذرے کی مصیبتیں دور کرتے ہیں۔ سب کے فریادرس اور سب کے مشکلکشا ہیں۔ نجد و دیوبند کے موحدین نے اسے بھی تسلیم نہیں کیا اور اپنا عقیدہ یہ گھڑا کہ وہ کسی کی سنتے نہیں، کسی کے دکھ سکھ کو جانتے نہیں، کسی کی بگڑی نہیں سنوار سکتے اور کسی کے قطعاً کام نہیں آسکتے۔ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا کے یہ تمام اوصاف جمیلہ اہل ایمان کے نزدیک خود دلائل توحید ہیں۔ جنھیں منکرین نے شرک قرار دیا۔ کتنا غضب ہے اور اہل حق سے کیسا تضاد ہے۔ مثلاً مومن کے نزدیک خدا سب کی سنتا اور سب کو دیکھتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے فضل سے اس کے حبیب برحق علیہ السلام سب کی سنتے اور سب کچھ دیکھتے ہیں۔ خدا سب کا مشکلکشا و حاجت روا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے حبیب مکرم بھی سب کے مشکلکشا و حاجت روا ہیں۔ مولا تعالیٰ ایک آن میں سب کی بگڑی بنا سکتا ہے اور دلیل یہ کہ اس کے فضل سے اس کے حبیب پاک سرور لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک آن میں سب کی بگڑی بنا سکتے ہیں دیکھا آپ نے مومنین اور منکرین کے طرز فکر وعمل میں فرق۔ ساتھ ساتھ سوچتے جایئے جو لوگ ایمان وتوحید کا دعویٰ کر کے بھی خدا کے مقابلے میں اور قرآن پاک کے جواب میں اپنا زور لگا کر شرک کو توحید اور کفر کو ایمان بنانے پر تلے ہوئے ہیں انھیں کیا سمجھنا چاہئے۔ کیا پناہ بخدا ان کی مان کر یا انھیں ملت اسلامیہ کا فرد مان کر ہم

بھی کسی جہنم میں گریں یا ان سے عبرت پکڑیں اور کم از کم اور کچھ اگر نہیں تو ان کے دھوکے میں نہ آئیں۔

مختصر یہ کہ نجد و دیوبند کے وحشی خود بھی حضور پر نور ﷺ کی محبت سے محروم رہے اور دوسروں کو بھی محروم رکھنے کے درپے رہے، یعنی وہی صورتِ حال

خود تو ڈوبے ہیں، صنم! تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے

ہاں ان کی تربیت کا مرکزی نقطہ یہی ہے کہ حضور پر نور ﷺ کے ساتھ کسی کا قلبی لگاؤ نہ ہونے پائے۔ کلمہ پڑھنے والوں کے لئے یہ آسان نہ تھا، کیونکہ یہ فطرت ایمان ہی کے خلاف ہے کہ کسی ذات کو مرشد امام، رہنما تو کیا، ان سب سے بڑھ کر اللہ کا رسول مان لیا جائے، پھر بھی اس سے محبت نہ ہو، ناممکن ہے۔ استاد مانا تو محبت ہوگئی مرشد مانا تو محبت کے ساتھ عقیدت بھی آ گئی۔ مذہب کا امام مانا تو محبت و عقیدت میں کئی گنا اضافہ ہوتا گیا، یہ سب مناصب کسبی ہیں، مگر رسالت کسبی نہیں، وہبی ہے یعنی خداوندی عطیہ وانتخاب پر منحصر ہے اور اس کے سامنے کسی بڑے سے بڑے منصب کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ مگر رسول کے ساتھ جو محبت ہونی چاہئے اس (محبت) کے سامنے بھی ہر فرد بشر کی محبت ہیچ ہونی چاہئے اور کسی بڑے سے بڑے انسان کی محبت کو بھی اس محبت کے ساتھ صحرا کے ساتھ ذرہ، ریگ کی نسبت بھی نہیں ہونی چاہئے۔

میری اس بات کی تصدیق کے لئے آپ کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے جذبات کا مطالعہ کرنا چاہئے، مثلاً حضرت ثمامہ بن آثال یمامی جو اہل یمامہ کے سردار تھے۔ ایمان لاکر عرض گزار ہوئے۔

"اے محمد ﷺ خدا کی قسم میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ آج وہی چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا اب وہی شہر میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے" (صحیح بخاری باب وفد بن حنیفہ)

دور کیا جائیے آج جو ہندو سکھ عیسائی وغیرہ مسلمان ہوتے ہیں ان (نومسلموں) سے پوچھ کر دیکھئے محبوب خدا علیہ افضل التحیۃ والثنا کی محبت کا کیا عالم ہے؟ ہاں ہاں یہ سمجھنا قطعاً مشکل نہیں کہ اللہ کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام مان کر پھر ان سے محبت نہ کرنا ناممکن ہے۔ مگر شاطران نجد و دیوبند نے اس کے لئے جو منصوبہ بندی کی، وہ بھی بڑی موثر تھی۔ انھوں نے جہاں حضور پر نور ﷺ کی محبت دل سے نکالنے کے لئے فضائل و کمالات رسالت کے خلاف محاذ آرائی کی، وہیں اپنے مقتدایان و اساتذہ ومشائخ کی محبت دلوں میں پیوست کرنے کے لئے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ نتیجہ یہ نکلا حضور پر نور ﷺ کی محبت کمزور ہوتی گئی اور چھوٹے چھوٹے ملاؤں اور پیروں کی محبت مضبوط ہوتی گئی۔ چنانچہ جن کمالات کو نبوت کے باب میں 'شرک' قرار دیا گیا تھا انھیں دیوبند کے پیروں اور مولویوں (یا پنڈتوں) کے بارے میں 'توحید' سمجھ لیا گیا۔ اس کی بیشمار مثالیں ہیں مثلاً ان کے خیال میں حضور پر نور ﷺ حاضر وناظر نہیں مگر ان کے اساتذہ مشائخ کے بارے میں ان کی مرضی یہی ہوتی ہے کہ انہیں ان کے حلقہ بگوش حاضر وناظر سمجھیں یہی حال مسئلہ علم غیب اور دوسرے مسائل کا ہے۔ آپ مزید وضاحت چاہیں تو حضرت مولانا ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'زلزلہ' کا مطالعہ فرمائیے (جو اسی مضمون پر ایک گرانقدر و ضخیم تصنیف ہے)

تبلیغی جماعت: اساتذہ ومشائخ دیوبند نے جب 'تعلیم' کو ناکافی سمجھا اور تعلیمی 'سازشوں' سے ان کا کلیجا ٹھنڈا نہ ہوا تو انھوں نے 'تربیت' کا پروگرام ترتیب دیا۔ 'تبلیغی جماعت' کا اجرا اسی منصوبے سے ہوا۔ گویا جس طرح اولیاء اللہ اپنے غلاموں کو اپنی صحبت میں رکھ کر انھیں سلوک کی منزلیں طے کراتے رہے ہیں، 'تبلیغی جماعت' کے سادھو اپنے چیلوں کو سفر وحضر میں ساتھ رکھ کر حضور پر نور ﷺ کی محبت سے خالی کرتے ہیں اور اس کی جگہ دیوبند کے 'گرگوں' کے عشق میں مبتلا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک ہندو، ایک عیسائی اور ایک یہودی کا حلقہ بگوش اسلام ہونا اتنا مشکل نہیں جیسا دیوبند کے

کسی فرزند کا حلقہ بگوش عشق رسول ﷺ ہونا مشکل ہے۔ پھر یونہی ہو سکتا ہے دیوبند کا کوئی تعلیم زدہ راہ راست پر آکر محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا کے فضائل وکمالات پر ایمان لے آئے لیکن جس نے تبلیغی جماعت کا ایک چلہ کاٹ لیا اس کے لیے عظمت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوبارہ قبول کرنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ خود انگریزوں نے تبلیغی جماعت کی مالی حوصلہ افزائی بہت کی تھی۔ جب ان کے پاس مال کافی ہو گیا تو شاید روحانی امداد شروع کی ہو سعودی عرب میں اس پر پابندی ہے۔

سعودی عرب میں ان کے ہم عقیدہ نجدیوں نے بھی ان کے خلاف متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ یہ بھی سنا گیا تھا کہ سرزمین حجاز میں جتنا لٹریچر پہنچا ہے، انہیں کے بستروں کے ذریعے پہنچا ہے اور 'تل ابیب' میں اگر مرزائیوں کا کوئی مشن کام کر رہا ہے تو تبلیغی جماعت کا بھی کر رہا ہے۔

بہر حال یہ لوگ جب اپنے نبی ﷺ کے نہیں بنے تو امت کے کیا لگتے۔ ان کا اس امت کے ساتھ صرف 'بہکانے' کا تعلق ہے۔ جس پر ان کا جادو چل گیا وہ بہک گیا اور جس پر نہ چل سکا وہ بہکنے سے بچ گیا۔ اس قسط کی ابتداء میں ہم نے یہ تاثر دیا ہے کہ مسلمان غلام رسول ہوتا ہے۔ جو جتنا سچا مسلمان ہے وہ اتنا ہی غلام رسول ہے، شاید یہ بات آپ کے علم میں نہ آئی ہو، یہ نام بھی دیوبند کے ہاں کسی عظمت کا حامل نہیں۔ غلام رسول ہونا ان کے نزدیک بہت بڑی منزل یا منزل مقصود نہیں، کیونکہ وہ اس تصور ہی کے خلاف ہیں۔ چنانچہ میں جب ۱۹۵۹ء میں جب سال سوم زیر تعلیم تھا کہ اسلامیات کے دیوبندی لیکچرر صاحب نے کلاس روم میں یہ اعلان برملا کیا تھا کہ غلام رسول نام رکھنا تقویٰ کے خلاف ہے۔ میں اور آپ اس قسم کی جرأت پر اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ لعنت ہو اس تقوی پر جو رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں بھی حائل ہو اور لعنت ہو اس توحید پر جو رسول اللہ ﷺ کے ادب سے روکتی ہے۔

امت کا حالِ زار: حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت جس تنزل وادبار کا شکار ہے، ہر سچا مسلمان اس پر اشکبار ہے۔ وہ قوم جس نے صدیوں اقوام عالم کی قیادت کی' آج در بدر کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ تہذیب نا آشنا بدو اسلام کا طوق گلے میں ڈال کر ساری دنیا کو تہذیب سکھانے مشرق ومغرب میں پھیل گئے تھے اور سب انسان ان کی علمی وتہذیبی برتری کو تسلیم کرتے تھے، آج اقوام عالم میں ان کا کوئی مقام نہیں۔ آج اسی کو دہشت گردی سے مطعون کیا جا رہا ہے، آج اسی کا خون پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے، آج شیطان کے بیٹے اسی کی بیٹیوں کی عزت و آبرو سے کھیل رہے ہیں مگر وہ ایسی بے بس ہیں کہ کچھ کر نہیں سکتی، ایسی بے یار ومددگار ہے کہ کوئی اسے مظلوم کہتے بھی ظالموں سے ڈرتا ہے، اور تو اور اس کی مذہبی مقدس ترین کتاب کی کھلے بندوں توہین کی جاتی ہے اور جلسوں جلوسوں کے سوا کوئی اس کا حل نہیں سمجھا جاتا۔ ہمارے حکمران عموماً بے غیرت، ہمارے عموماً علماء ومشائخ بے حس ہمارے خواص مذہب بیزار اور ہمارے عوام معاشی مسائل کا شکار۔ حس وغیرت تو عشق رسول ﷺ سے پیدا ہوتی ہے اور اسے دو اڑھائی صدیوں سے سینوں سے نکالنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ ہاں ہاں اس امت کے سب سے بڑے دشمن وہی ہیں جنھوں نے امت رسول کا اس کے والی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے رشتہ کاٹنا چاہا اور عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محروم کرنا چاہا۔ حالانکہ

طبع مسلم از محبت قاہر است
مسلم او عاشق نباشد کافر است

واقعی محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے سچ فرمایا تھا

ان اخوف ما اخاف علیٰ کل منافق علیم اللسان

ترجمہ: بیشک مجھے اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ خدشہ ہے وہ ایسا ہر منافق ہے جو زبان کا مولوی ہو

☆......☆......☆

آخری عشرہ کے معمولات

علامہ حافظ محمد نصر اللہ آسوی صاحب (مدینہ شریف)

اعتکاف کی فضیلت

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان میں دس دن اعتکاف کیا تو اسے دو حج اور دو عمروں کا اجر ملے گا۔ (بیہقی شریف ترغیب حدیث ۱۶۰۸)

نفلی اعتکاف اور کسی کی حاجت روائی کرنا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لئے چلا اور اس کی حاجت پوری کر دے تو وہ اس کے لئے دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ایک دن کا اعتکاف کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل کر دے گا جو زمین و آسمان سے زیادہ چوڑی ہوں گی۔ (طبرانی، ترغیب ۱۶۰۹)

اس سے نفلی اعتکاف کی فضیلت ثابت ہوئی اور دوسرے اس سے خدمت خلق اور مخلوق کی حاجت روائی کی فضیلت ثابت ہوئی کہ کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا نفلی عبادات سے بھی بہتر ہے لیکن آج لوگ عبادات پر زور دینگے نفل پر نفل عمرہ پر عمرہ لیکن کسی غریب کی مدد کرنے کے لئے تیار نہیں غریب کی مدد تو در کنار غریب کا خون چوستے ہیں دیکھ لو کوئی کام بھی بغیر رشوت نہیں ہوتا یہ ظالم کس چیز کی رشوت لے رہا ہے کیا وہ حکومت سے تنخواہ نہیں لیتا لوگوں کا ہر کام بغیر کسی عوض کے کرنا اس کے فرائض میں شامل نہیں اور پھر اسی رشوت کے مال سے حج اور عمرہ کرنے جا رہا ہے کیا نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: ہر مسلمان کا مال اور عزت آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ حالانکہ انسان حلال کے مال سے کسی کی حاجت پوری کر کے بغیر حج کے بھی حج کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

کسی کی حاجت روائی کرنے سے حج اور عمرہ کا ثواب:

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لئے گیا اس کی حاجت پوری ہوگئی تو اس کے لئے حج اور عمرہ کا ثواب لکھا جاتا ہے اور اگر حاجت پوری نہ ہوئی تو عمرہ کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ (جامع صغیر حدیث ۸۶۸۲)

حاجت روائی کرنے والے بغیر حساب جنت میں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اگر میں اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لئے چلوں تو یہ بات مجھے مسجد مدینہ میں ایک ماہ اعتکاف کرنے سے زیادہ پیاری ہے۔(ترغیب حدیث ۳۸۸۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت کے لئے چلا تو اللہ تعالیٰ اس کے واپس آنے تک ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھتا ہے اور ستر گناہ مٹاتا ہے اور اگر اس ہاتھ پر ضرورت مند کی ضرورت پوری ہوگئی تو وہ گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو جائے گا جیسے آج ہی پیدا ہوا ہو اور اگر وہ اس دوران مر گیا تو بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا۔(ترغیب حدیث ۳۸۷۲)

اگر کوئی آدمی کسی بڑے افسر کے پاس آئے کہ مجھے ملازمت دلوا دو تو اگر افسر اس کے لئے کوشش کرتا ہے تو اس کے حج اور عمرہ کا ثواب اور وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جائے گا اور اگر وہ اسی دوران فوت ہو جائے تو بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل ہوگا اسی اگر کوئی کسی کو قرض حسنہ دے یا کسی کے بیٹے یا بیٹی کا رشتہ کرا دے تو وہ بھی اسی حدیث کا مصداق ہوگا یا کوئی صاحب لوگوں کو تبلیغ کریں کہ اپنے بیٹوں کا رشتہ کرتے وقت جہیز کا مطالبہ نہ کیا کریں مطالبہ کر کے جہیز لینا حرام ہے اس سے زمین میں فساد پھیلتا ہے رشوت اور زنا کاری عام ہوتی ہے تو یہ تبلیغ کرنے والے بھی اس اجر کے مستحق ٹھہریں گے انشاء اللہ۔

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ مخلوق بھی مخلوق کی حاجت روا اور مشکل کشا ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ حقیقی حاجت روا مشکل کشا ہے اور بندہ اس کی عطا سے بلکہ اللہ اسی کی مدد فرماتا ہے جو اس کے بندوں کی مدد کرتا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے: ﴿وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيْهِ﴾ اللہ اپنے بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔(مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے معتکف کے بارے میں فرمایا: کہ اعتکاف گناہوں سے باز رکھتا ہے اور معتکف کو تمام نیکیوں کا ثواب دیا جاتا ہے تمام نیکیاں کرنے والے کی طرح۔ ابن ماجہ

یعنی اعتکاف کا فوری فائدہ تو یہ ہے کہ یہ معتکف کو گناہوں سے باز رکھتا ہے کیونکہ اکثر گناہ غیبت جھوٹ چغلی وغیرہ لوگوں سے اختلاط کے باعث ہوتے ہیں اور معتکف گوشہ نشیں ہے اور جو اس سے ملنے آتا ہے وہ بھی مسجد و اعتکاف کا لحاظ رکھتے ہوئے بُری باتیں کرتا ہے نہ کراتا ہے اور معتکف اعتکاف کی وجہ سے جن نیکیوں سے محروم ہو گیا جیسے زیارت قبور، مسلمانوں سے ملاقات ، بیمار کی مزاج پرسی اور نماز جنازہ میں حاضری وغیرہ اسے ان سب نیکیوں کا ثواب اسی طرح ملتا ہے جیسے یہ کام کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے، انشاء اللہ غازی، حاجی اور طالب علم دین کا بھی یہی حال ہے۔ (مراۃ جلد ۳ ص ۲۱۷)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے انہیں وفات دی پھر آپ کی بیویوں نے آپ کے بعد اعتکاف کیا۔(بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں معتکف کے لئے سنت یہ ہے کہ نہ تو بیمار کی مزاج پرسی کرے اور نہ جنازے ہی کو جائے نہ عورت کو ہاتھ لگائے نہ اسے چھوئے نہ کسی کام کو جائے سوائے ضروری کام کے بغیر روزہ کے اعتکاف نہیں ہوتا اور صرف جامع مسجد میں ہی اعتکاف کرے۔(ابوداود)

جامع مسجد سے مراد جماعت والی مسجد ہے جہاں مؤذن اور امام مقرر ہو اور نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہو۔

یعنی معتکف کو اندرون مسجد رہنا چاہئے بلا ضرورت وضو اور غسل کی جگہ بھی نہ جائے اگرچہ یہ جگہ مسجد کی حدود میں ہوتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نفلی غسل اور گرمی کے غسل کے لئے بھی مسجد سے نکلنا جائز نہیں صرف پیشاب پاخانہ یا غسل جنابت کے لئے نکل سکتا ہے حتیٰ کہ جس پر جمعہ فرض

نہیں جیسے عورت یا دیہاتی وہ نماز جمعہ کے لئے مسجد سے نہیں جاسکتا۔ (مراۃ شرح مشکوۃ جلد ۳ ص ۲۱۶ از مفتی احمد یار خاں) اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ معتکف جمعہ کا غسل بھی نہ کرے کیونکہ صرف غسل جنابت کے لئے مسجد سے نکل سکتا ہے اور مسجد سے نکلنے سے مراد یہ نہیں کہ مسجد کے دروازے سے باہر نکل جائے بلکہ وضو اور غسل کی جگہ بھی بلا ضرورت نہ جائے اگر چہ یہ جگہ مسجد کی حدود میں ہوتی ہیں لیکن مسجد نہیں۔ میں نے مدینہ منورہ میں دیکھا کہ اعتکاف والے حضرات نماز مغرب کے بعد مسجد نبوی شریف سے باہر نکل آتے ہیں اور وضو کی جگہ سے بھی بہت دور آ کر کھانا کھاتے ہیں اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وہاں افطاری کے وقت اور نماز کے بعد کھانے کے لئے احتمال جاتا ہے کہ مزید گنجائش نہیں رہتی اور معتکف کو تو ویسے بھی کھانا کم کھانا چاہئے تا کہ نیند زیادہ نہ آئے اور عبادت زیادہ کر سکے لیکن وہ اچھے کھانے کی تلاش میں اپنے اعتکاف کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور نہ کسی کی بات سنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

اعتکاف کی حکمت: اعتکاف میں بندہ اللہ کے گھر کا مجاور بن کر اس کا قرب حاصل کرتا ہے دنیا کی مصروفیات اور آسائشوں سے کنارہ کش ہوتا ہے، اور دنیاوی لذتوں کو چھوڑ کر عبادت کی مشقتوں کو اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت طلب کرنے کے لئے اس کے گھر میں ڈیرہ ڈال کر بیٹھ جاتا ہے حضرت عطا خراسانی کہتے ہیں کہ اعتکاف کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جو کسی سخی داتا سے بھیک لینے کے لئے اس کے دروازے پر دھرنا دیکر بیٹھ جائے کہ جب تک داتا مجھے بھیک نہیں دے گا میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا، اسی طرح جو شخص مسجد میں اعتکاف کرتا ہے گویا وہ شخص اللہ کے گھر کی چوکھٹ تھام کر بیٹھ گیا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک تو مجھے بخش نہیں دے گا میں تیرے دروازے سے نہیں اٹھوں گا۔

س	اعتکاف کا لغوی اور اصلاحی معنی بیان کریں؟

ج	اعتکاف کا لغت میں معنی ہے ٹھہرنا، اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے مسجد میں رہنا، روزہ سے رہنا، جماع کو بالکل ترک کرنا اور اللہ عزوجل سے تقرب کی نیت کرنا، اور جب تک یہ معانی پائے نہ جائیں شرعاً اعتکاف متحقق نہیں ہوگا، لیکن مسجد میں رہنے کی شرط صرف مردوں کے اعتبار سے ہے، عورتوں کے لئے یہ شرط نہیں ہے، ہر مسجد میں اعتکاف ہوسکتا ہے، البتہ بعض فقہاء نے جامع مسجد کی شرط لگائی ہے۔ (احکام القرآن از علامہ ابوبکر جصاص حنفی)

س	اعتکاف کی کتنی اقسام ہیں؟

ج	اعتکاف کی تین قسمیں ہیں، واجب: یہ وہ اعتکاف ہے جس کی نذر مانی جائے، سنت مؤکدہ رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف اور نفل، جو اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اس کی بھی وہی شرائط ہیں جو اعتکاف واجب کی ہے۔

س	اعتکاف کی شرائط کتنی ہیں؟

ج	اعتکاف کی چھ شرائط ہیں (۱) اعتکاف کی نیت کرنا (۲) جس مسجد میں اذان اور اقامت ہو اور با جماعت نماز ہو، اس میں اعتکاف کیا جائے (۳) اعتکاف واجب میں روزہ شرط ہے، اعتکاف نفل میں روزہ شرط نہیں اور نہ اس میں وقت کی تحدید ہے (۴) اسلام (۵) عقل (۶) جنابت، حیض اور نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے، بالغ ہونا اعتکاف کے لئے شرط نہیں ہے اور نہ آزاد ہونا اور مرد ہونا شرط ہے۔ عورتیں گھر میں نماز کی جگہ کو اعتکاف کے لئے مخصوص کرلیں اور اس جگہ بیٹھیں۔

س	اعتکاف کے آداب بیان کریں

ج	معتکف اچھی بات کے سوا اور کوئی بات نہ کرے، رمضان کے دس دن اعتکاف کرے، سب سے افضل مسجد میں اعتکاف کرے، مثلاً مسجد حرام، مسجد نبوی اور جامع مسجد، قرآن وحدیث تلاوت اور فقہ کی کتابیں پڑھنے میں مشغول رہے، نبی ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت

اور حکایات صالحین کے پڑھنے میں منہمک رہے اللہ عزوجل کا ذکر کرے، استغفار کرے، درود شریف پڑھے، زندگی کی قضا نمازیں اور نوافل پڑھے، جن باتوں میں گناہ نہ ہو ان باتوں کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اعتکاف کرنے والا خود کو دنیا کے مشاغل سے الگ کر کے بالکلیہ عبادت الٰہی کے سپرد کر دیتا ہے اور اعتکاف کے ایام بندہ فرشتوں کے مشابہ ہو جاتا ہے، جو اللہ کی بالکل معصیت نہیں کرتے، اللہ کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور دن رات اُس کی تسبیح کرنے میں مشغول رہتے ہیں، نمازی نماز پڑھ کر مسجد سے چلے جاتے ہیں لیکن معتکف اللہ کے گھر کو نہیں چھوڑتا اور وہیں دھرنا مار کر بیٹھا رہتا ہے، سو اس کے لئے اللہ کی عطا اور نوال زیادہ متوقع ہے۔

س اعتکاف کے مفسدات کیا ہیں؟

ج بلا عذر شرعی مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، بول و براز کے لئے جانا اور جمعہ پڑھنے کے لئے جانا عذر شرعی ہیں، وضو کے لئے بھی جانا عذر شرعی ہے، کھانے پینے اور سونے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے، جان اور مال کو بچانے کے لئے مسجد سے جانا جائز ہے، مریض کی عیادت کے لئے نہ جائے، نماز جنازہ پڑھنے کے لئے مسجد سے باہر گیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، مسجد سے سر باہر نکالنا تاکہ اس کے گھر والے سر دھودیں جائز ہے (ٹھنڈک حاصل کرنے یا صفائی حاصل کرنے کے لئے مسجد سے غسل کرنے کے لئے جانا جائز نہیں ہے البتہ غسل جنابت کے لئے جانا جائز ہے) جماع کرنا، بوسہ لینا، لمس اور معانقہ کرنا یہ تمام امور نا جائز ہیں اور اعتکاف کے لئے مفسد ہیں، بے ہوش ہونے یا جنون سے بھی اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

اعتکاف کے بعض ضروری مسائل:

اعتکاف میں عبادت سمجھ کر خاموش رہنا منع ہے۔ لیکن زبان کے گناہوں سے بچنے کے لئے خاموش رہنا عظیم عبادت ہے۔ جو چیز اعتکاف میں اعتکاف کی وجہ سے منع ہے مثلاً جماع اور مسجد سے نکلنا اس میں عمداً اور نسیان میں فرق نہیں ہے اور جو چیز اعتکاف میں روزے کی وجہ سے منع ہے، مثلاً کھانا پینا ان میں عمداً ارتکاب کی وجہ سے اعتکاف فاسد ہو گا اور نسیاناً نہیں، اعتکاف میں خوشبو لگا سکتا ہے اور سر میں تیل ڈال سکتا ہے، اگر اعتکاف واجب فاسد ہو جائے تو اس کی قضا واجب ہے، جب اعتکاف کی نذر مانے تو اس کو زبان سے کہنا ضروری ہے، اگر مثلاً تین دن یا دو دن اعتکاف کی نذر مانے تو اس میں راتیں شامل ہیں اور اگر تین یا دو رات اعتکاف کی نذر مانے تو اس میں دن شامل ہیں اور اگر صرف دن یا صرف ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تو یہ بھی جائز ہے، فرض روزہ بلا عذر توڑنے میں قضا اور کفارہ واجب ہے اور نفل روزہ عمداً توڑنے میں صرف قضا واجب ہے۔ رمضان، کفارۂ قتل، کفارۂ ظہار، کفارۂ قسم، کفارۂ افطار رمضان اور نذر کے روزوں کو مسلسل رکھنا واجب ہے۔ (عالم گیری)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہر چند کہ سنت ہے لیکن شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے، اگر کسی شخص نے ایک دن کا اعتکاف فاسد کر دیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر پورے دس دن کی قضا لازم ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس پر صرف ایک دن کی قضا لازم ہے، اسکے برعکس نفل اعتکاف میں اگر کچھ دیر مسجد میں بیٹھ کر باہر نکل گیا تو اس پر قضا نہیں کیونکہ اس کے باہر نکلنے سے وہ اعتکاف ختم ہو گیا۔ (ردالمختار)

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے اسلئے پر واجب کے احکام لاگو ہوں گے۔ برطانیہ اور ہالینڈ وغیرہ میں لیز پر جگہ حاصل کر کے مساجد بنالی جاتی ہیں، وہ شرعاً مساجد نہیں ہیں کیونکہ ان پر گورنمنٹ کی ملکیت ہوتی ہے، ان میں نماز پڑھنے سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ہو گا اور نہ ان میں اعتکاف صحیح ہو گا، شرعاً مسجد اسوقت ہو گی جب کسی زمین کو اپنی صحیح ملکیت میں لے کر مسجد کے لئے وقف کر دیا جائے، اسی طرح ان ممالک میں بعض مسلمان حکومت سے بیروزگاری الاؤنس لیتے ہیں اور ان کو ایک مقرر تاریخ پر جا کر سائن کر کے الاؤنس

نہیں جیسے عورت یا دیہاتی وہ نماز جمعہ کے لئے مسجد سے نہیں جا سکتا۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۲۱۶ از مفتی احمد یار خاں) اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ معتکف جمعہ کا غسل بھی نہ کرے کیونکہ صرف غسل جنابت کے لئے مسجد سے نکل سکتا ہے اور مسجد سے نکلنے سے مراد یہ نہیں کہ مسجد کے دروازے سے باہر نکل جائے بلکہ وضو اور غسل کی جگہ بھی بلا ضرورت نہ جائے اگر چہ یہ جگہ مسجد کی حدود میں ہوتی ہیں لیکن مسجد نہیں۔ میں نے مدینہ منورہ میں دیکھا کہ اعتکاف والے حضرات نماز مغرب کے بعد مسجد نبوی شریف سے باہر نکل آتے ہیں اور وضو کی جگہ سے بھی بہت دور آ کر کھانا کھاتے ہیں اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وہاں افطاری کے وقت اور نماز کے بعد کھانے کے لئے انتامل جاتا ہے کہ مزید گنجائش نہیں رہتی اور معتکف کو تو ویسے بھی کھانا کم کھانا چاہئے تاکہ نیند زیادہ نہ آئے اور عبادت زیادہ کر سکے لیکن وہ اچھے کھانے کی تلاش میں اپنے اعتکاف کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور نہ کسی کی بات سنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

اعتکاف کی حکمت: اعتکاف میں بندہ اللہ کے گھر کا مجاور بن کر اس کا قرب حاصل کرتا ہے دنیا کی مصروفیات اور آسائشوں سے کنارہ کش ہوتا ہے، اور دنیاوی لذتوں کو چھوڑ کر عبادت کی مشقتوں کو اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت طلب کرنے کے لئے اس کے گھر میں ڈیرہ ڈال کر بیٹھ جاتا ہے حضرت عطا خراسانی کہتے ہیں کہ اعتکاف کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جو کسی سخی داتا سے بھیک لینے کے لئے اس کے دروازے پر دھرنا دیکر بیٹھ جائے کہ جب تک داتا مجھے بھیک نہیں دے گا میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا، اسی طرح جو شخص مسجد میں اعتکاف کرتا ہے گویا وہ شخص اللہ کے گھر کی چوکھٹ تھام کر بیٹھ گیا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک تو مجھے بخش نہیں دے گا میں تیرے دروازے سے نہیں اٹھوں گا۔

س اعتکاف کا لغوی اور اصلاحی معنیٰ بیان کریں؟

ج اعتکاف کا لغت میں معنیٰ ہے ٹھہرنا، اور اصطلاح شرع میں اس کا معنیٰ ہے مسجد میں رہنا، روزہ سے رہنا، جماع کو بالکل ترک کرنا اور اللہ عزوجل سے تقرب کی نیت کرنا، اور جب تک یہ معانی پائے نہ جائیں شرعاً اعتکاف متحقق نہیں ہوگا، لیکن مسجد میں رہنے کی شرط صرف مردوں کے اعتبار سے ہے، عورتوں کے لئے یہ شرط نہیں ہے، ہر مسجد میں اعتکاف ہو سکتا ہے، البتہ بعض فقہاء نے جامع مسجد کی شرط لگائی ہے۔ (احکام القرآن از علامہ ابوبکر جصاص حنفی)

س اعتکاف کی کتنی اقسام ہیں؟

ج اعتکاف کی تین قسمیں ہیں، واجب: یہ وہ اعتکاف ہے جس کی نذر مانی جائے، سنت مؤکدہ رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف اور نفل، جو اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اس کی بھی وہی شرائط ہیں جو اعتکاف واجب کی ہے۔

س اعتکاف کی شرائط کتنی ہیں؟

ج اعتکاف کی چھ شرائط ہیں (۱) اعتکاف کی نیت کرنا (۲) جس مسجد میں اذان اور اقامت ہو اور باجماعت نماز ہو، اس میں اعتکاف کیا جائے (۳) اعتکاف واجب میں روزہ شرط ہے، اعتکاف نفل میں روزہ شرط نہیں او، نہ اس میں وقت کی تحدید ہے (۴) اسلام (۵) عقل (۶) جنابت، حیض اور نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے، بالغ ہونا اعتکاف کے لئے شرط نہیں ہے اور نہ آزاد ہونا اور مرد ہونا شرط ہے۔ عورتیں گھر میں نماز کی جگہ کو اعتکاف کے لئے مخصوص کرلیں اور اس جگہ بیٹھیں۔

س اعتکاف کے آداب بیان کریں

ج معتکف اچھی بات کے سوا اور کوئی بات نہ کرے، رمضان کے دس دن اعتکاف کرے، سب سے افضل مسجد میں اعتکاف کرے، مثلاً مسجد حرام، مسجد نبوی اور جامع مسجد، قرآن و حدیث تلاوت اور فقہ کی کتابیں پڑھنے میں مشغول رہے، نبی ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت

اور حکایات صالحین کے پڑھنے میں منہمک رہے اللہ عز وجل کا ذکر کرے، استغفار کرے، درود شریف پڑھے، زندگی کی قضا نمازیں اور نوافل پڑھے، جن باتوں میں گناہ نہ ہو ان باتوں کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اعتکاف کرنے والا خود کو دنیا کے مشاغل سے الگ کر کے بالکلیہ عبادت الٰہی کے سپرد کر دیتا ہے اور اعتکاف کے ایام بندہ فرشتوں کے مشابہ ہو جاتا ہے، جو اللہ کی بالکل معصیت نہیں کرتے، اللہ کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور دن رات اس کی تسبیح کرنے میں مشغول رہتے ہیں، نمازی نماز پڑھ کر مسجد سے چلے جاتے ہیں لیکن معتکف اللہ کے گھر کو نہیں چھوڑتا اور وہیں دھرنا مار کر بیٹھا رہتا ہے، سو اس کے لئے اللہ کی عطا اور نوال زیادہ متوقع ہے۔

س اعتکاف کے مفسدات کیا ہیں؟

ج بلا عذر شرعی مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، بول و براز کے لئے جانا اور جمعہ پڑھنے کے لئے جانا عذر شرعی ہیں، وضو کے لئے بھی جانا عذر شرعی ہے، کھانے پینے اور سونے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے، جان اور مال کو بچانے کے لئے مسجد سے جانا جائز ہے، مریض کی عیادت کے لئے نہ جائے، نماز جنازہ پڑھنے کے لئے مسجد سے باہر گیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، مسجد سے سر باہر نکالنا تاکہ اس کے گھر والے سر دھو دیں جائز ہے (ٹھنڈک حاصل کرنے یا صفائی حاصل کرنے کے لئے مسجد سے غسل کرنے کے لئے جانا جائز نہیں ہے البتہ غسل جنابت کے لئے جانا جائز ہے) جماع کرنا، بوسہ لینا، لمس اور معانقہ کرنا یہ تمام امور ناجائز ہیں اور اعتکاف کے لئے مفسد ہیں، بے ہوش ہونے یا جنون سے بھی اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

اعتکاف کے بعض ضروری مسائل:

اعتکاف میں عبادت سمجھ کر خاموش رہنا منع ہے۔ لیکن زبان کے گناہوں سے بچنے کے لئے خاموش رہنا عظیم عبادت ہے۔ جو چیز اعتکاف میں اعتکاف کی وجہ سے منع ہے مثلاً جماع اور مسجد سے نکلنا اس میں عمد اور نسیان میں فرق نہیں ہے اور جو چیز اعتکاف میں روزے کی وجہ سے منع ہے، مثلاً کھانا پینا ان میں عمداً ارتکاب کی وجہ سے اعتکاف فاسد ہوگا اور نسیاناً نہیں، اعتکاف میں خوشبو لگا سکتا ہے اور سر میں تیل ڈال سکتا ہے، اگر اعتکاف واجب فاسد ہو جائے تو اس کی قضا واجب ہے، جب اعتکاف کی نذر مانے تو اس کو زبان سے کہنا ضروری ہے، اگر مثلاً تین دن یا دو دن اعتکاف کی نذر مانے تو اس میں راتیں شامل ہیں اور اگر تین یا دو رات اعتکاف کی نذر مانے تو اس میں دن شامل ہیں اور اگر صرف دن یا صرف ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تو یہ بھی جائز ہے، فرض روزہ بلا عذر توڑنے میں قضا اور کفارہ واجب ہے اور نفل روزہ عمداً توڑنے میں صرف قضا واجب ہے۔ رمضان، کفارۂ قتل، کفارۂ ظہار، کفارۂ قسم، کفارۂ افطار رمضان اور نذر کے روزوں کو مسلسل رکھنا واجب ہے۔ (عالم گیری)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہر چند کہ سنت ہے لیکن شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے، اگر کسی شخص نے ایک دن کا اعتکاف فاسد کر دیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر پورے دس دن کی قضا لازم ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس پر صرف ایک دن کی قضا لازم ہے، اسکے برعکس نفل اعتکاف میں اگر کچھ دیر مسجد میں بیٹھ کر باہر نکل گیا تو اس پر قضا نہیں کیونکہ اس کے باہر نکلنے سے وہ اعتکاف ختم ہو گیا۔ (رد المختار)

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے اسلئے پر واجب کے احکام لاگو ہوں گے۔ برطانیہ اور ہالینڈ وغیرہ میں لیز پر جگہ حاصل کر کے مساجد بنالی جاتی ہیں، وہ شرعاً مساجد نہیں ہیں کیونکہ ان پر گورنمنٹ کی ملکیت ہوتی ہے، ان میں نماز پڑھنے سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ہوگا اور نہ ان میں اعتکاف صحیح ہوگا، شرعاً مسجد اسوقت ہوگی جب کسی زمین کو اپنی صحیح ملکیت میں لے کر مسجد کے لئے وقف کر دیا جائے، اسی طرح ان ممالک میں بعض مسلمان حکومت سے بیروزگاری الاؤنس لیتے ہیں اور ان کو ایک مقررہ تاریخ پر جا کر سائن کر کے الاؤنس

لینا ہوتا ہے، بعض دفعہ اعتکاف کے دوران وہ تاریخ آجاتی ہے اور وہ سائن کرنے چلے جاتے ہیں، اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا، لیکن ان پر صرف اس ایک دن کی قضا لازم ہوگی۔ (تفسیر تبیان القرآن جلد اص ۷۰۶)

''لیلۃ القدر کی فضیلت''

شب قدر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے پوری سورۃ القدر نازل فرمائی

﴿اِنَّا اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ☆ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ☆ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ☆ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِیۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ مِّنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ☆ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ﴾

﴿بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا ☆ اور تم نے کیا جانا شب قدر کیا ہے ☆ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ☆ اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے ☆ وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک﴾

شان نزول: لیلۃ القدر کیوں نازل ہوئی اس کے متعلق اہل علم نے متعدد اور مختلف واقعات ذکر کئے ہیں

امام مالک نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو پہلے لوگوں کی عمریں دکھائی گئیں جو خدا نے چاہا تو آپ نے اپنی امت کی عمر کو کم سمجھا کہ میری امت کے لوگ (اپنی تھوڑی عمر میں) ان لوگوں کے برابر عمل نہیں کر سکیں گے جو وہ اپنی طویل عمر میں کرینگے تو اللہ تعالی نے آپ کو ہزار مہینوں سے بہتر لیلۃ القدر عطا فرمائی۔ (موطا امام مالک، تفسیر کبیر، تفسیر مظہری)

امام مجاہد بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر کیا جس نے ایک ہزار ماہ اللہ کے راستے میں ہتھیار پہنے رکھا (اور جہاد کرتا رہا) تو مسلمانوں کو اس کے عمل پر بڑا تعجب ہوا پس اللہ تعالی نے ﴿اِنَّا اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ کو خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ تک نازل فرما کر بتادیا کہ اس میں عبادت کرنا اس آدمی سے بہتر ہے جس نے ہزار ماہ جہاد کے لئے ہتھیار پہنا تھا۔ (سنن کبری و تفسیر کبیر)

مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ اللہ کے بندوں کے کام رب کے کام ہیں، دیکھو قرآن اتارنا فرشتے کا کام ہے، مگر رب نے فرمایا ہم نے اتارا، دوسرے یہ کہ جس تاریخ میں کوئی اعلیٰ کام ہو جائے، وہ تاریخ تا قیامت افضل رہتی ہے، دیکھو شب قدر ایک دفعہ قرآن مجید آ چکا، مگر یہ رات قیامت تک افضل ہے لہذا شب معراج یا شب ولادت وغیرہ ہمیشہ افضل ہیں، تیسرے یہ کہ رات دن سے افضل ہے، دیکھو معراج رات کو ہوئی اور نزول قرآن، فرشتوں کی پیدائش، جنت میں باغ لگانا، مادہ آدم علیہ السلام کا اجتماع شب قدر میں ہوا (تفسیر عزیزی) قبول دعا کی ساعت ہر آخر رات ہی ہوتی ہے اور ہر دن میں صرف جمعہ میں ہے۔

وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ

یعنی اے مسلمان تجھے کیا معلوم کہ شب قدر کیسی رات ہے، اس کی تعریف کما حقہ الفاظ سے بیان نہیں ہو سکتی۔

قدر کے معنی ہیں عزت، وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ یا اندازہ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ یا تنگی وَمَنۡ قُدِرَ عَلَیۡهِ رِزۡقُهٗ اس رات کو شب قدر اس لئے کہتے ہیں کہ یہ عزت والی رات ہے، یا اس میں سال بھر کے ہونے والے واقعات کی فہرستیں و اندازے فرشتوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں اور ہر قسم کے فرشتوں کو ان کے کاموں کے اندازے بتا دیئے جاتے ہیں، یا اس رات میں فرشتے اس قدر نازل ہوتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے، غالباً یہ رات ستائیسویں رمضان ہے، کیونکہ یہاں لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ تین جگہ ارشاد ہوا ہے اور لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ میں نو حروف ہیں اور نو ضرب تین ۲۷ بنتا ہے، نیز اس سورت میں تیس کلمے ہیں ھی ستائیسواں لفظ ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے شب قدر ستائیسویں رات ہے۔ (تفسیر نور العرفان)

شیخ القرآن مفتی احمد یار خان

یہ تفسیر شیخ القرآن مفتی احمد یار خاں صاحب کی ہے آپ کی وفات بھی اتفاق سے تین رمضان کو ہے ۱۳۹۱ھ بمطابق ۱۹۷۱ء کو ہے اور تین رمضان ہی سیدۃ النساء خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء کے وصال کا دن ہے اللہ تعالیٰ ان مبارک ہستیوں کا صدقہ ہمیں بھی مبارک مہینہ میں ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین قرآن مجید کے حاشیہ پر مفتی صاحب کی یہ مختصر تفسیر ہے۔ جس کے لکھنے پر نامور علماء کرام نے آپ کو حکیم الامت کا لقب دیا۔ جن میں شیخ الحدیث محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب، غزالی زماں مولانا سید سعید احمد کاظمی صاحب، علامہ عبدالغفور ہزاروی صاحب قبلہ بابو جی گولڑہ شریف وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

تفسیر نعیمی: تفسیر نعیمی اردو زبان میں اس سے زیادہ عام فہم مفصل اور مستند تفسیر نہیں لکھی گئی مرشد واستاد کی نسبت سے اس کا نام تفسیر نعیمی رکھا۔

جاء الحق: یہ آپ کی مشہور عالم تصنیف ہے۔ جس میں دور حاضر کے باطل فرقوں کا رد کیا گیا ہے اور اہل سنت و جماعت کے ناقابل تردید دلائل دیئے گئے ہیں۔ جس کا نام قبلہ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نے خود جاء الحق رکھا اور فرمایا آپ کی یہ تصنیف قیامت تک باقی رہے گی اور اس کا کوئی جواب نہ لکھ سکے گا اگر کوئی قلم اٹھائے گا تو باطل ہی ہوگا۔

علم القرآن: قرآن فہمی کے لئے بہترین کتاب ہے۔ جس میں ترجمہ قرآن کے اصول بیان کئے گئے ہیں تاکہ مدعا سمجھنے میں غلطی نہ ہو اور گمراہی کا سبب نہ بنے یہ کتاب کوزے میں دریا بند ہے اس کے متعلق علامہ عبدالغفور ہزاروی نے فرمایا تھا کہ یہ حضرت تصنیف نہیں بلکہ کرامت ہے

مرات شرح مشکوۃ ۸ جلد احادیث کے مجموعوں میں مشکوۃ شریف کی اہمیت کون نہیں جانتا آپ نے اس کی شرح اس دلنشیں انداز میں لکھی ہے کہ ایک ایک سطر سے شان مصطفیٰ ﷺ ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف میں ''علم المیراث''، شان حبیب الرحمن من آیات القرآن، مواعظ نعیمیہ، معلم تقریر، اسلامی زندگی، حضرت امیر معاویہ، رحمت خدا بوسیلہ اولیاء، اسرار الاحکام درس القرآن، کلام المقبول فی طہارت نسب رسول، اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں، رسالہ نور، سلطنت مصطفیٰ، ایک اسلام اور دیوان سالک وغیرہ ہیں۔ مشہور شعر

نثار تیری چہل پہل پر ہزار عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

یہ آپ ہی کا نعت کا ایک شعر ہے۔

لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعض صحابہ کو خواب میں شب قدر دکھائی گئی کہ رمضان کے آخری ہفتہ میں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری خوابیں آخری ہفتہ پر متفق ہو گئیں ہیں تو جو شب قدر تلاش کرے وہ آخری ہفتہ میں تلاش کرے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: یہ رات یعنی شب قدر ڈھونڈو جب نو دن باقی رہیں یا سات دن باقی رہیں یا پانچ دن باقی رہیں یا تین دن باقی رہیں یا آخری رات (ترمذی) یعنی شب قدر کو ۲۱ویں ۲۳ویں ۲۵ویں ۲۷ویں ۲۹ویں رات میں تلاش کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرمایا: جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر میں قیام کیا اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرمایا: جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ

السلام کوحکم دیتا ہے تو وہ فرشتوں کے جھرمٹ میں زمین کی طرف نزول فرماتے ہیں، ان کے پاس سبز جھنڈا ہوتا ہے جسے وہ کعبہ کی چھت پر نصب کرتے ہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام کے سو پر ہیں، جن میں دو پر ایسے ہیں، جنہیں وہ صرف اس رات میں کھولتے ہیں تو وہ مشرق سے مغرب تک دراز ہو جاتے ہیں پھر جبریل علیہ السلام اس رات فرشتوں کو ابھارتے ہیں کہ وہ ہر کھڑے بیٹھے، نماز پڑھنے والے اور ذکر کرنے والے کے لئے سلامتی کی دعا کریں اور ان سے مصافحہ کریں، تو وہ ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں فجر طلوع ہونے تک پس جب فجر طلوع ہوتی ہے تو جبریل پکارتے ہیں اے فرشتو! کوچ کرو، کوچ کرو، تو وہ پوچھتے ہیں اے جبریل اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کی حاجات کے بارے میں کیا فیصلہ فرمایا ہے جبریل کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس رات انہیں نظر رحمت سے دیکھا ہے اور انہیں معاف کر دیا ہے اور بخش دیا ہے، سوائے چار افراد کے ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ! چار افراد کونسے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شراب کا عادی، والدین کا نافرمان، رشتے توڑنے والا اور مشاحن، ہم نے دریافت کیا: یارسول اللہ! مشاحن کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مصارم یعنی کینہ پرور۔ ایک روایت میں ہے: جس نے رمضان کے مہینہ میں رزق حلال سے روزہ افطار کرایا تو رمضان کی تمام راتوں میں فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور لیلۃ القدر جبریل علیہ السلام اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور جس سے جبریل علیہ السلام مصافحہ کریں تو اس کا دل نرم ہو جاتا ہے رقت قلب طاری ہو جاتی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں (ترغیب حدیث: ۱۴۶۲-۱۴۶۹)

یوم الجائزہ (انعام کا دن) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو جناب جبریل علیہ السلام ملائکہ کے جلو میں آتے ہیں اور اس بندے کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو کھڑے ہو کر یا بیٹھے ہوئے اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر جب بندوں کی عید یا عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بڑے فخر و ناز سے فرماتا ہے: اے فرشتو اس مزدور کے لئے کیا ہے جو اپنا کام مکمل کرتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب کریم اس کا صلہ پوری مزدوری ہے جو اس کو ادا کی جائے۔ تب رب کریم فرمایا ہے: میرے بندوں اور بندیوں نے اپنے اوپر لازم عمل (فریضہ) کو پورا کر لیا ہے اور اب وہ مجھے پکارتے اور دعا کرتے ہوئے عیدگاہ کی طرف نکلے ہیں میرے عزت و جلال و کرم اور علو مرتبت کی قسم میں ان کی دعا قبول کروں گا اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واپس ہو جاؤ میں تمہیں بخش دیا ہے تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب یہ اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں تو ان کے گناہ بخشے جا چکے ہوتے ہیں۔

شب قدر کی خصوصی دعا:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! اگر میں لیلۃ القدر کو پالوں تو کونسی دعا مانگوں تو آپ نے فرمایا یہ دعا مانگنا: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی

مشکوۃ، ابن ماجہ ترمذی

''عید الفطر کے بعد لہو و لعب''

مناظر اسلام علامہ غلام مرتضیٰ ساقی صاحب اپنی کتاب ''دروس القرآن فی شہر رمضان،، میں لکھتے ہیں:

جونہی رمضان المبارک جدا ہوتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ واقعی شیطان آزاد ہو چکا ہے کیونکہ چند لمحے جو افراد خدا رسول کی پابندیون کے ماتحت دکھائی دیتے تھے اب وہی لوگ اپنے کردار سے سرکش و باغی دکھائی دیتے ہیں یوں لگتا ہے جیسے انہوں نے با دل نخواستہ ان پابندیوں کو قبول کیا تھا، دلی ارادہ یہی تھا کہ کب رمضان کی گنتی پوری ہوتی ہے، اور ہمیں آزادی ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عید الفطر کا چاند نظر آتے ہی، وہی عیش و طرب وہی لہو و لعب وہی عریانی فحاشی، وہی بد اخلاقی و بدعملی، سرکشی و طغیانی اس میں کچھ فرق نہیں آیا قرآن نے روزوں کی فرضیت کی علت غائی اور مقصد حقیقی تقوی و پرہیزگاری بتایا تھا، آخر ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہئے کہ پورا رمضان بھوک، پیاس اور نفس کے تقاضوں کو ترک کر کے کیا ہم نے

روزوں کا مقصد حاصل کرلیا، کیا ہم خود کو متقی پرہیزگار کہہ سکتے ہیں؟

اگر نہیں تو پھر ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم نے پورا ماہ محنت کر کے کیا کمایا؟ کیا حاصل کیا؟ کیا پایا؟ کس قدر رمضان المبارک سے مستفید ہوئے ہیں اور ہمیں رمضان میں رکھے گئے اپنے روزوں کے متعلق کیا رائے قائم کرنی چاہیے۔ یہ سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

صدقہ فطر کا حکم: احناف کے ہاں فطرہ واجب ہے امام شافعی کے ہاں فرض، امام مالک کے ہاں سنت مؤکدہ امام شافعی کے ہاں ہر اس امیر و غریب پر جو ایک دن کی روٹی پر قادر ہو فطرہ فرض ہے امام مالک کے ہاں مالک نصاب پر فطرہ سنت مؤکدہ ہے نصاب نامی یعنی بڑھنے والا ہو یا نہ نصاب میں احناف کا مذہب بھی یہی ہے۔ مراۃ شرح مشکاۃ جلد۳ ص۴۱

نصاب کی تین قسمیں ہیں: (۱) وہ نصاب جس میں بڑھنا اور سال گزرنا شرط ہے، (۲) وہ نصاب جس کی وجہ سے چار احکام واجب ہوتے ہیں۔ صدقہ لینا حرام ہو جاتا ہے، قربانی اور صدقہ فطر نیز قریبی رشتہ داروں کا نفقہ واجب ہوتا ہے۔ اس نصاب میں نہ تو تجارت کے ذریعے بڑھنا شرط ہے نہ ہی سال کا گزرنا (۳) تیسرا نصاب وہ ہے کہ جس کی موجودگی میں سوال کرنا حرام ہے یعنی ایک وقت کا رزق موجود ہونا۔ بعض کے نزدیک پچاس درہم کا مالک ہونا۔

س صاحب نصاب کون ہوتا ہے؟

ج جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ان کی قیمت کے برابر مال ہو یا اس سے زیادہ ہو۔ یا سونے کا نصاب بیس مثقال اور چاندی کا نصاب ان دراہم سے دوسو درہم ہیں جن کے ہر دس درہم سات مثقال کے برابر ہوں

ہمارے مروجہ نظام کے مطابق ایک مثقال (۴،۲۵) گرام ہے لہذا بیس مثقال (۸۵) گرام ہوں گے۔ ایک درہم چاندی (۲،۹۷۵) گرام ہوتی ہے لہذا دوسو درہم (۵۹۵) گرام ہوتے ہیں۔ زکوۃ واجب ہونے کے لئے سال کے شروع میں اور وجوب ادا کے لئے سال کے آخر میں نصاب کا مکمل ہونا ضروری ہے۔ اب سال کے دوران بڑھ جائے یا کم ہو جائے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ نور الایضاح مترجم ص (۲۹۳-۲۸۶) البتہ یہ مال قرض، حاجت اصلیہ اور اہل و عیال کی ضرورتوں سے فارغ ہو۔

س حاجت اصلیہ کیا ہیں؟

ج جس کی طرف زندگی بسر کرنے میں آدمی کو ضرورت ہے جیسے رہنے کا مکان، گرمیوں سردیوں میں پہننے کے کپڑے خانہ داری کا سامان، سواری کے جانور یا موٹر وغیرہ یا علماء کے لئے کتابیں وغیرہ یا اپنی حفاظت کے لئے اسلحہ وغیرہ)

صدقہ فطر ہر صاحب نصاب آزاد مسلمان پر عید الفطر کی صبح طلوع ہوتے وقت واجب ہے پس اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے محتاج بچوں کی طرف سے ادا کرے اگر وہ مالدار ہوں تو ان کے مال سے ادا کرے۔

صدقہ فطر کے فوائد:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر لازم فرمایا روزوں کو بیہودگی اور فحش سے پاک کرنے اور مسکینوں کو کھانا دینے کے لئے۔ (ابوداود)

یعنی فطرہ واجب کرنے کی دو حکمتیں ہیں، ایک تو روزہ دار کے روزوں کی کوتاہیوں کی معافی اکثر روزے میں غصہ بڑھ جاتا ہے تو بلا وجہ لڑ پڑتا ہے، کبھی جھوٹ غیبت وغیرہ بھی ہو جاتے ہیں رب تعالیٰ اس فطرے کی برکت سے وہ کوتاہیاں معاف کر دے گا کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾، دوسرے مساکین کی روزی کا انتظام بچوں پر اگرچہ روزے فرض نہیں، مگر دوسری حکمت موجود ہے

لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ پھر بچوں پر فطرہ کیوں ہے وہ تو روزے رکھتے نہیں۔

صدقہ فطر کی مقدار:

صدقہ فطر گندم، اس کے آٹے یا ستو سے نصف صاع اور کھجور، انگور یا جو سے ایک صاع ہے (موجودہ پیمانے کے حساب سے ایک صاع تقریباً چار کلو پانچ سو گرام کا بنتا ہے۔

فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْصَاعٍ مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر ایک صاع چھوہارے یا ایک صاع جو ہر غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے مسلمان پر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ لوگوں کو عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے (بخاری و مسلم)

شیخ القرآن والحدیث مفتی احمد یار خاں صاحب فرماتے ہیں:

امام شافعی نے اس حدیث سے دو مسئلے ثابت کئے ایک یہ کہ فطرہ فرض ہے کیونکہ یہاں لفظ فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ہے، دوسرے یہ کہ ہر امیر و غریب پر فرض ہے جس کے پاس ایک دن کے کھانے سے بچا ہوا ہو، کیونکہ یہاں حضور ﷺ نے غنی کی قید نہ لگائی، امام ابوحنیفہ پہلے مسئلے کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہاں فرض لغوی معنی میں ہے یعنی مقرر فرمائی، رب تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ (ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر مقرر کیا ان کی بیویوں کے بارے میں) سورۃ الاحزاب: ۵۰) اور اگر شرعی فرض ہی مراد ہو یعنی لازم کر دینا تب بھی یہ حدیث ظنی ہے، اور فرضیت کے لئے دلیل قطعی چاہئے لہذا اس فرض سے وجوب ثابت ہوگا نہ کہ فرضیت اور دوسرے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس اطلاق سے تو حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ یہاں ایک دن کی روٹی سے زائد ملکیت کا بھی ذکر نہیں چاہئے کہ ہر آزاد و غلام پر فطرہ واجب ہو حتیٰ کہ فقیر بے نوا بے دست و پا بھیک مانگ کر فطرہ دے پھر لطف یہ ہے کہ جب ہر فقیر پر فطرہ فرض ہوا تو فطرہ لے گا کون؟ امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ﴿لا صدقة الا عن ظهر غنى﴾ صدقہ تو انگری سے واجب ہوتا ہے اب تو انگری کی کوئی حد ہونا چاہئے وہ نصاب کی ملکیت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ صدقہ عید کے دن نکالے اور عیدگاہ جانے سے پہلے دے، اگر نماز عید کے بعد دیا تب بھی جائز ہے، اور اگر عید سے ایک دو دن پہلے دے دیا تب بھی درست ہے مگر عید کے دن نماز سے پہلے دینا بہتر اور مستحب ہے تاکہ فقراء بھی عید منالیں۔ (مرقات و مرات جلد ۳ ص ۴۲)

گندم سے نصف صاع اور باقی اجناس سے پورا صاع ادا کیا جائے

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ کی گلیوں میں منادی بھیجا کہ خبردار رہو صدقہ فطر واجب ہے ہر مسلمان مرد، عورت، آزاد، غلام چھوٹے بڑے پر گیہوں وغیرہ سے دو مُد (یعنی نصف صاع) اور اس کے ماسوا غلہ کا ایک صاع۔ (ترمذی)

امام ابوداود نے صحیح سندوں کے ساتھ حضرت ثعلبہ یا حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے فی کس ایک صاع کھجور، ایک صاع جو دوسری روایت میں ہے کہ ایک ساع گندم دو آدمیوں کی طرف سے ادا کرنے کا حکم دیا۔ مشکوۃ ابوداود اس حدیث کو غیر مقلدین کے محدث ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے مناظر اسلام علامہ غلام مرتضی ساقی صاحب کی کتاب ''دروس القرآن فی شہر رمضان،، ص ۲۰۶)

مفتی احمد یار خاں صاحب فرماتے ہیں کہ فطرہ میں اصل گندم، جو جوار ہیں، اگر ان کے سوا کسی اور غلہ یا دوسری چیز سے فطرہ دیا گیا تو ان

مذکورہ دونوں کی قیمت کالحاظ ہوگالہذا چاول باجرہ آدھے صاع گیہوں کی قیمت کے دینے ہوں گے۔(مرات جلد۳ص۴۴)
ان احادیث مبارکہ فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ سے رسول اللہ ﷺ کا اختیار بھی ثابت ہورہا ہے۔کہ آپ ﷺ اللہ کی عطاء سے مالک احکام ہیں جو چاہیں فرض فرمادیں جو چاہیں حرام فرمادیں وہ لوگ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ نبی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔اگر نبی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا تو صدقہ فطر کیسے واجب ہوگا اگر صدقہ فطر واجب ماننا ہے تو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کو با اختیار ماننا پڑے گا نبی کریم ﷺ کو بے اختیار ماننے والے صدقہ فطر کا وجوب ثابت کر کے دکھائیں۔اسی لئے اہل محبت کہتے ہیں۔ کنجی تمہیں اپنے خزانوں خدانے محبوب کیا مالک و مختار بنایا۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں ہے تیرا میرا

اس موضوع پر میری کتاب ہے''اختیار مصطفیٰ،، اور مناظر اسلام علامہ غلام مرتضی ساقی صاحب کی کتاب''حضور ﷺ مالک ومختار ہیں،ان دونوں کتابوں کا مطالعہ سے ایمان تازہ ہوگا انشاء اللہ۔

س اس ماہ مبارک میں مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ دواہم اور شاندار فتوحات عطا ہوئی تھیں وہ کونسی تھیں؟
ج فتح مکہ اور جنگ بدر کی فتح
س اس ماہ مبارک میں نبی پاک ﷺ کی دو ازواج اور دو بیٹیوں کا انتقال ہوا ان کے نام اور تاریخ وفات بتائیں؟
ج حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ ازواج رسول اللہ ﷺ رضی اللہ عنہا حضرت رقیہ اور حضرت فاطمہ بنات رسول اللہ ﷺ رضی اللہ عنہما

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال (۱۰رمضان ۱۰نبوی مکہ میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتقال (۱۷رمضان ۵۷ھ مدینہ منورہ میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عثمان بن عفان کی زوجہ محترمہ تھیں جس دن حضرت زید بن حارثہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح مبین کی خوشخبری لے کر مدینہ پہنچے۔اسی دن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو وصال فرمایا۔اس لئے خطباء حضرات کو چاہئے کہ رمضان مبارک کے مہینہ ان مقدس حضرات کی شان لوگوں کی سنائی جائے۔

س خلفاء راشدین میں سے ایک خلیفہ کا وصال اس ماہ میں ہوا مہربانی فرما کر ان کا نام اور تاریخ وصال بتایئے
ج حضرت علی رضی اللہ عنہ ۲۱رمضان ۴۰ھ
س جب ماہ رمضان ایسا مبارک مہینہ ہے تو اس کے جانے پر عید کیوں منائی جاتی ہے۔مبارک چیز جانے پر غم منانا چاہئے نہ کہ خوشی؟
ج یہ خوشی دو وجہ سے ہے ایک تو ماہ مبارک میں عبادت کی توفیق ملنے کا شکریہ۔خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے خیر سے روزے تراویح اعتکاف وغیرہ ادا کرادیئے۔دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو رمضان جانے کا بہت صدمہ ہوتا ہے۔جمعۃ الوداع کو لوگ زار زار روتے ہیں۔اس غم کو ہلکا کرنے کے لئے یہ خوشی رکھ دی تا کہ رنج کا احساس کم ہو۔

حافظ محمد نصر اللہ مدنی رابطہ نمبر ۰۳۳۲۸۰۲۸۱۸۲

☆

رئیس التحریر: جناب صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان کی وسعتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے آقا و مولا کی بارگاہ کی وسعتیں اگرچہ سارے جہان پر پھیلی ہوئی ہیں، مگر واقفانِ حال بتاتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے کا شہر مدینہ اب حرمِ نبوی بن گیا ہے۔ مشرق و مغرب اور شمال میں دور تک دربارِ نبوی پھیل گیا ہے۔ باب السلام سے لیکر باب جبریل تک اور باب مجیدی سے لیکر منبر تک منقش قالینوں پر کم و بیش اڑھائی لاکھ عاشقانِ رسول کا اجتماع ہوتا ہے۔ پھر رمضان المبارک میں اس کی رونق دیدنی ہوتی ہے۔ اہل محبت کے ذوق و شوق سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ افطاری کے انتظامات کی دنیا بھر میں مثال نہیں ملتی۔ اڑھائی لاکھ روزہ داروں کے سامنے افطاری کا سامان دسترخوانوں میں سجا دیا جاتا ہے۔ دنیا جہان کی نعمتیں چن دی جاتی ہیں۔ میزبان خدمات گزاری کے لئے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور مہمانوں کو دعوت افطاری دیتے ہیں۔ عربوں کی مہمان نوازی تو دنیا بھر میں مسلم ہے۔ پھر مدینے والوں کی خدمت گزاری کو کون بھلا سکتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ بارگاہ مصطفیٰ کے دسترخوان اللہ اللہ! میزبان مہمانوں کی منتیں کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں افطاری کرو۔ یا شیخ اجلس ھنک تفضل یاشیخ تکرم یاحبیبی! تشکر یا ضیفی! پھر یہ وسیع دسترخوان حلیب، دہی، جوس مالٹوں، سیبوں، کیلوں اور قسما قسم کے پھلوں سے اٹے ہوتے ہیں۔ ان دسترخوانوں پر وادی بطحا کی کئی قسم کی کھجوریں سجا دی جاتی ہیں۔ کھجوریں اتنی خوبصورت، اتنی تازہ اور اتنی خوش کن ہوتی ہیں کہ روزہ داروں کو دعوت افطار دیتی ہیں۔ سبحان اللہ! کھجوروں کی اتنی قسمیں شاید ہی زمین کے کسی خطے کو نصیب ہوئی ہوں۔ یہ دسترخوان مصطفیٰ اپنے نیاز مندوں کے لئے دور دور تک پھیلا ہوا ہے، اس کو اعلیٰ حضرت بریلوی اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں:

واہ کیا جود و کرم ہے اے شہ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
فیض ہے شہ تسنیم نرالا تیرا

آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا
اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیاء چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا
آسماں خواں! زمیں خواں! زمانہ مہماں!
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا، تیرا

روزہ کھلا، افطاری ہوئی، دسترخواں سمٹے اور شام کی اذان ہوتے ہی صفیں کھڑی ہوگئیں اور لاکھوں اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوگئے۔ مسجدِ نبوی کے باہر چاروں طرف بھی دسترخوان بچھ جاتے ہیں۔ ہزاروں لوگ ان دسترخوانوں پر پلاؤ، زردہ، گوشت اور نان کباب سے افطاری کرتے ہیں۔ حرم نبوی کی افطاری اور مسجد نبوی کی دیواروں کے باہر بچھے ہوئے دسترخوان دیکھ کر زبان سے بے اختیار نکلتا ہے۔

آسماں خواں! زمیں خواں! زمانہ مہماں!
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا، تیرا

مدینہ پاک کے امراء کی تو شان ہی اپنی ہے۔ ہر روز ان کے دسترخوان بچھتے ہیں، ہزاروں مہمان افطاری کرتے ہیں۔ لیکن ایک دن ہمارے دوست حاجی انعام اللہ صاحب جو پاکستان میں ہماری دعوتوں میں لذیذ کھانے پکاتے اور کھلاتے رہے ہیں، نے بھی مسجد نبوی میں افطاری کا دسترخوان بچھا کر اپنے تمام پاکستانی احباب کو دعوتِ افطار دی۔ ماشاءاللہ اسی طرح ایک دن ہمارے دوست جناب رشید فاروقی صاحب نے بھی اپنے دسترخوان پر احباب لاہور کو بلا کر افطاری کرائی۔ کس کس کا ذکر کریں، کس کس کی بات کریں، حضور ﷺ کی بارگاہ میں بٹتا ہے باڑا نور کا

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا
بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

بارگاہ نبوی ﷺ کی یہ نعمتیں، یہ دعوتیں، یہ ضیافتیں، یہ افطاریاں عمر بھر یاد آتی رہیں گی، رُلاتی رہیں گی، تڑپاتی رہیں گی اور ہمیں مدینہ پاک میں بار بار بلاتی رہیں گی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنِ کریم

«حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ»

سرکار کا مثیل نہ قرآن کا جواب ☆ وہ آخری رسول ہیں یہ آخری کتاب
سرکار کیا ہیں؟ بالیقین اللہ کی زبان ☆ قرآن کیا ہے؟ واقعی اللہ کا خطاب
سرکار کیا ہیں؟ صاحبِ میخانہ الست ☆ قرآن کیا ہے؟ صدق و صفا کی شراب ناب
قلب ونظر کو ملتی ہے دونوں سے روشنی ☆ وہ بھی ہیں آفتاب تو یہ بھی ہیں آفتاب
مہکا رہے ہیں آج بھی روح و ضمیر کو ☆ گلزارِ حق و نور کے دو بہتریں گلاب
حاوی ہیں ہر زمان و مکان پر خدا گواہ   فیض و کرم ہے دونوں کا بے حدو بے حساب
ان کا بنے غلام جو سلطان دہر ہو ☆ نخچیر آفتاب ہو، پابوس ماہتاب
ان پہ جو ہو نثار تو ہو موت سے رہا ☆ انسان جس کی زندگی ہے صورت سراب
چون و چرا ہے جس کو رسول و کتاب میں ☆ عیار ہے وہ عقل تو وہ فکر ہے خراب
جو وحشیانہ سمجھے نظام حدود کو ☆ سمجھو وہ بد نصیب ہوا موردِ عذاب
دیکھو تو آج ملت اسلامیہ کا حال ☆ کس قدر ہے یہ زار و زبوں خستہ خراب
دنیا کے جو امام تھے وہ اس کے ہیں مقتدی ☆ صد حیف دردناک ہے کتنا یہ انقلاب
دنیا تلی ہوئی ہے عداوت پہ اور ہم ☆ اک مدت مدید سے ہیں سخت محو خواب
دنیا ہمارے قتل کے درپے ہے اور ہم ☆ ہیں تیغ پہ بھی رقص کناں صورت کباب
عیاشیوں سے سرد ہوئی آتش جہاد ☆ تیغ و سناں کے بدلے ہے طاؤس یا رباب
کل تک جو آب وتاب تھے سارے جہان کی ☆ ہیں آج خود جہان میں محروم آب و تاب
اب وقت ہے کہ ملت اسلام جاگ جائے ☆ اب وقت ہے کہ اپنا کریں آپ احتساب
اللہ کے رسول پہ قرباں ہوں مرد و زن ☆ اللہ کی کتاب کولیں تمام شیخ و شاب
ناکام ہوں یہود و نصاریٰ کی سازشیں ☆ کر دیں تمام دہر کے فتنوں کا سدباب
دنیا پھر اپنی آنکھ سے اک بار دیکھ لے ☆ شیرِ خدا کے شیر حقیقت ہیں یا سراب
قرآن میں ہے انتم الاعلون کی نوید ☆ تم کو نبی سے عشق اگر ہے تو فتحیاب
آسی بفیضِ مرشدِ کامل ہے نعرہ زن ☆ اے عاشقانِ سید عالم اٹھو شتاب
برپا نئے جہاں میں نیا انقلاب ہو ☆ فتنے اٹھانے والوں کا خانہ خراب ہو

بیاہ شادی کی رسمیں

علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نکاح اسلام میں عبادت ہے۔ کبھی تو فرض ہے اور اکثر سنت (شامی) مگر ہندوستان میں نکاح موجودہ زمانہ میں ان ہندوانی اور حرام رسموں اور فضول خرچیوں کی وجہ سے وبال جان بن گیا ہے۔ اس کا نام شادی خانہ آبادی ہے اب ان رسموں نے اسے بنا دیا ہے شادی خانہ بربادی بلکہ، خانہا بربادی۔ کیونکہ اس میں لڑکے اور لڑکی دونوں کے گھروں کو تباہی آتی ہے۔ نکاح کے متعلق تین قسم کی رسمیں ہیں۔ بعض وہ جو نکاح سے پہلے کی جاتی ہیں۔ بعض نکاح کے وقت اور بعض نکاح کے بعد۔ پہلے تو لڑکی تلاش (منگنی)، تاریخ مقرر ہونا۔ پھر نکاح کے بعد چوتھی، چالا کنگنا کھولنے کی رسمیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

دلہن کی تلاش منگنی اور تاریخ ٹھہرانا

موجودہ رسمیں: ہمارے ہاں عام طور پر لڑکے والوں کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ مالدار کی لڑکی گھر میں آئے۔ جہاں ہمارے بچے کے خوب ارمان پورے ہوں نکلیں۔ اسقدر جہیز لائے کہ گھر بھر جائے۔ ادھر لڑکی والوں کی آرزو یہ ہوتی ہے کہ لڑکا مالدار اور شوقین ہو۔ انگریزی بال کٹاتا ہو۔ داڑھی منڈاتا ہو۔ تاکہ ہماری لڑکی کو سینما دکھائے اور اس کے ہر جائز ارمان نکالے۔ میں نے بہت مسلمانوں کو یہ کہتے سنا کہ ہم داڑھی والے کو لڑکی نہ دیں گے۔ لڑکا شوقین چاہئے اور بہت جگہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ لڑکی والوں نے دولہا سے مطالبہ کیا کہ داڑھی منڈوا دو تو لڑکی دی جاسکتی ہے۔ چنانچہ لڑکوں نے داڑھیاں منڈوا دیں۔ کہاں تک دکھ کی باتیں سناؤں۔ یہ بھی کہتے سنا گیا کہ نمازی کو لڑکی نہ دیں گے۔ وہ مسجد کا مُلاں ہے ہماری لڑکی کے ارمان اور شوق پورے نہ کرے گا۔ پنجاب میں یہ آگ زیادہ لگی ہوئی ہے۔ جب اپنی مرضی کا لڑکا مل گیا تو اب خیر سے منگنی کا وقت آیا۔ اس میں دلہن والوں کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ ایسے کپڑوں کا جوڑا، اس قدر زیورات چڑھاؤ۔ اس فرمائش کو پورا کرنے کے لئے لڑکے والے اکثر قرض لے کر یا کسی جگہ سے زیور مانگ کر چڑھا دیتے ہیں۔ جب منگنی کا وقت آیا تو لڑکے والا اپنے قرابت داروں کو جمع کرکے اولاً ان کی دعوت اپنے گھر کرتا ہے پھر دلہن کے ہاں ان سب کو لے جاتا ہے۔ جہاں دلہن والوں کے قرابت دار پہلے ہی سے جمع ہوتے ہیں غرضیکہ دلہن کے گھر دو قسم کے میلے لگ جاتے ہیں۔ پھر ان کی پُرتکلف دعوت ہوتی ہے۔ پھر دلہن کے ہاں سے لڑکے کو سونے کی انگوٹھی اور کچھ کپڑے ملتے ہیں اور لڑکی کو دولہا والوں کی طرف سے قیمتی جوڑا بھاری ستھرا زیور دیا جاتا ہے۔ پھر منگنی سے شادی تک ہر عید بقر عید پر کپڑے اور وقتاً فوقتاً موسمی میوہ جات (فروٹ) اور مٹھائیاں لڑکے کے گھر سے جانا ضروری ہے۔ تاریخ ٹھہرانے پر لوگوں کا مجمع کرکے دعوت اور مٹھائی تقسیم ہوتی ہے۔ پھر تاریخ مقرر ہونے سے شادی تک دونوں گھروں میں عورتوں کا مجمع ہو کر عشقیہ گانے، ڈھول بجانا لازم ہوتا ہے جس میں ہر تیسرے دن مٹھائی ضرور تقسیم ہوتی ہے۔ اس میں بھی کافی خرچ ہوتا ہے۔ ان تمام رسموں میں بدتر رسم مائیوں کی رسمیں ہیں۔ جس میں بڑی بڑائی عورتیں جمع ہو کر دولہا کے ابٹن مہندی لگاتی ہیں۔ آپس میں ہنسی، دل لگی، دولہا سے مذاق وغیرہ بہت بے عزتی کی باتیں ہوتی ہیں۔۔۔ یہ میں نے رسمیں وہ عرض کی ہیں جو قریب قریب ہر جگہ کچھ فرق سے ہوتی ہیں اور جو مختلف قسم کی خاص خاص رسمیں جاری ہیں ان کا شمار مشکل ہے۔

ان رسموں کی خرابیاں: سخت غلطی یہ ہے کہ لڑکی اور لڑکے مالدار تلاش کیے جائیں۔ کیونکہ مالدار کی تلاش میں لڑکے اور لڑکیاں جوان جوان بیٹھے رہتے ہیں، نہ کوئی مالدار ملتا ہے نہ شادیاں ہوتی ہیں۔ اور جوان لڑکی ماں باپ کے لئے پہاڑ ہے اس کو گھر میں بغیر نکاح رکھنا سخت خرابیوں کی جڑ ہے۔ دوسری یہ کہ جو محبت واخلاق غریبوں میں ہے وہ مالداروں میں نہیں۔ تیسرے یہ کہ اگر مالدار کو تم اپنی کھال بھی اتار کر دے دو، ان کی آنکھ میں نہیں آتا۔ یہ طعنے ہوتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں ملا۔ اور اگر دلہن والے مالدار ہیں تو داماد مثل نوکر کے سسرال میں رہتے ہیں۔ بیوی کا شوہر پر کوئی رعب نہیں ہوتا۔ اگر دولہا والے مالدار ہیں تو لڑکی اس گھر میں لونڈی یا نوکرانی کی طرح ہوتی ہے۔ اپنی لڑکی ایسے گھر دو جہاں وہ لڑکی غنیمت سمجھی جائے۔ تجربہ نے بتایا کہ غریب اور شریف گھرانے والی لڑکیاں ان لڑکیوں سے آرام میں رہیں جو مالداروں میں گئیں۔ لڑکی والوں کو چاہئے کہ دولہا میں تین باتیں دیکھیں۔ اول تو تندرست ہو، کیونکہ زندگی کی بہار تندرستی سے ہے۔ دوسرے اس کے چال چلن اچھے ہوں، بدمعاش نہ ہو۔ شریف لوگ ہوں۔ تیسرے یہ کہ لڑکا ہنر مند اور کماؤ ہو کہ کما کر اپنے بیوی بچوں کو پال سکے۔ مالدار کا کوئی اعتبار نہیں یہ چلتی پھرتی چاندی ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ نکاح میں کوئی مال دیکھتا ہے، کوئی جمال۔ مگر علیک بذاک الدین تم دینداری دیکھو۔ یہ بھی یاد رکھو کہ تین قسم کے مالوں میں برکت نہیں۔ ایک تو زمین کا پیسہ یعنی زمین یا مکان فروخت کر کے کھاؤ۔ اس میں کبھی برکت نہیں چاہئے کہ یا تو زمین نہ فروخت کرو اور اگر فروخت کرو تو اس کا پیسہ زمین ہی میں خرچ کرو۔ (حدیث)

دوسرے لڑکی کا پیسہ یعنی لڑکے والے سے جو روپیہ لے کر شادی کرتے ہیں۔ اس میں برکت نہیں اور پیسہ لینا حرام ہے۔ کیونکہ یا تو یہ لڑکی کی قیمت ہے یا رشوت ہے، دونوں حرام ہیں۔ تیسرے وہ جہیز و مال جو لڑکی اپنے میکے سے لائے۔ اگر دولہا اس کو گزر اوقات کا ذریعہ بنا دے تو اس میں برکت نہیں ہوگی۔ اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرو۔ داڑھی اور نماز کا مذاق اڑانے والے سب کافر ہوئے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ مولویوں اور دینداروں کی بیویاں فیشن والوں کی بیویوں سے زیادہ آرام میں رہتی ہیں۔ اول تو اس لئے کہ دیندار آدمی خدا کے خوف سے بیوی بچوں کا حق پہچانتا ہے۔ دوسرے یہ کہ دیندار آدمی کی نگاہ صرف اپنی بیوی پر ہی ہوتی ہے اور آزاد لوگوں کی ٹمپریری بیویاں بہت سی ہوتی ہیں۔ جن کا دن رات تجربہ ہو رہا ہے۔ وہ ہر پھول کو سونگھتا اور ہر باغ میں جاتا ہے۔ کچھ دنوں تو اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے۔ پھر آنکھ پھیر لیتا ہے۔ منگنی کی رسموں کی خرابیاں بیان سے باہر ہیں۔ بہت سے لوگ سودی قرض سے یا مانگ کر زیور چڑھا دیتے ہیں۔ شادی کے بعد پھر دلہن سے وہ زیور حیلے بہانے سے لیکر واپس کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے آپس میں خوب لڑائیاں ہوتی ہیں۔ اور شروع کی وہ لڑائیاں ایسی ہوتی ہیں کہ پھر ختم نہیں ہوتی۔ اور کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ منگنی چھوٹ جاتی ہے پھر دلہن والوں سے زیور مانگا جاتا ہے ادھر سے انکار ہوتا ہے جس پر مقدمہ بازی کی نوبت آتی ہے۔ اسی طرح منگنی کے وقت دعوت اور فضول خرچی کا حال یہ ہے کہ اگر منگنی چھوٹ گئی تو مطالبہ ہوتا ہے کہ ہمارا خرچہ واپس کرو اور دونوں فریق خوب لڑتے ہیں۔ بعض دفعہ منگنی میں اتنا خرچ ہوتا ہے کہ فریقین میں شادی میں خرچ کرنے کی ہمت نہیں رہتی۔ پھر کبھی کبھی کپڑوں کے جوڑے اور مٹھائیوں کے خرچ لڑکے والوں کا دیوالیہ نکال دیتا ہے۔ اور شادی کے وقت غور کرتا ہے کہ دلہن والوں نے اس قدر جہیز اور زیور وغیرہ دیا یا نہیں۔ جو میرا خرچ کرا چکا ہے اگر لڑکی والے نے اتنا نہ دیا تو لڑکی کی جان سولی پر رہتی ہے کہ تیرے باپ نے ہمارا لے کر کھایا دیا کیا؟ ہم سے بھی تو خوب خرچ کرالیا۔ باقی گانے بجانے کی رسموں میں وہ خرابیاں ہیں جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ مائیاں اور ابٹن کی رسمیں بہت سے حرام کاموں کا مجموعہ ہیں۔ اس لئے تمام رسموں کا بند کرنا ضروری ہے۔

اسلامی رسمیں: لڑکی کے لئے لڑکا اور لڑکے کے لئے لڑکی ایسی تلاش کی جائے جو شریف اور دیندار ہو، تا کہ آپس میں محبت رہے۔ جہاں لڑکے کی مرضی نہ ہو، وہاں ہرگز نکاح نہ ہو۔ اسی طرح جہاں لڑکی یا لڑکی کی ماں کی منشا نہ ہو، وہاں نکاح کرنا زہر قاتل ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ایسی شادیاں کامیاب نہیں ہوتیں۔ اسی لئے شرعاً ضروری ہے کہ لڑکی سے اذن لیتے وقت لڑکے کا نام معہ اس کے والد کے اور مہر کے بتایا جائے کہ اے لڑکی ہم تیرا نکاح فلاں لڑکے فلاں کے بیٹے سے کردیں۔ وہ کہے ہاں تب نکاح ہوتا ہے۔ یہ اذن لڑکی کی رائے معلوم کرنے کے لئے ہی تو ہے۔ اگر موقعہ ہو تو لڑکے کو لڑکی پیغام سے پہلے کسی حیلے بہانے سے خفیہ طور پر دکھا دی جائے کہ لڑکی کو خبر نہ ہو (حدیث) بلکہ نکاح سے پیشتر اپنے سارے قرابت داروں کا

مشورہ لینا بھی بہتر ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے

وامرھم شوریٰ بینھم (الشوریٰ: ۳۸)۔

ایسے نکاح کے سارے قرابت دار ذمہ دار ہوتے ہیں اور اگر دلہن اور دولہا میں نااتفاقی ہو جائے تو یہ لوگ مل کر اتفاق کی کوشش کرتے ہیں۔ منگنی دراصل نکاح کا وعدہ ہے اگر یہ نہ بھی ہو جب بھی کوئی حرج نہیں۔ لہٰذا بہتر تو یہ ہے کہ منگنی کی رسم بالکل ختم کر دی جائے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور سوائے نقصان کے اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ غالباً ہم نے یہ رسمیں ہندوؤں سے سیکھی ہیں۔ کیونکہ سوائے ہندوستان کے اور کہیں یہ رسم نہیں ہوتی، بلکہ عربی اور فارسی زبانوں میں اس کا کوئی نام بھی نہیں۔ اس کے جتنے نام ملتے ہیں سب ہندی زبان کے ہیں۔ چنانچہ منگنی، سگائی، کڑمائی، ساکھ یہ اس کے نام ہیں اور ان میں سے کوئی بھی عربی فارسی نہیں۔ اور اس کا کرنا ضروری ہی ہو تو اس طرح کرو کہ پہلے لڑکے والوں کے یہاں اس کے قرابت دار جمع ہوں اور وہ اس کی خاطر تواضع صرف چائے مٹھائی سے کریں، پھر یہ لوگ اٹھ کر لڑکی والے کے ہاں آ جائیں۔ وہ بھی ان کی تواضع چائے پانی سے کریں۔ لڑکے والے اپنے ساتھ دلہن کے لئے ایک سوتی دوپٹہ اور ایک سونے کی نتھ (نتھنی) لائیں جو کہ پیش کر دیں۔ دلہن والوں کی طرف سے لڑکے کو ایک سوتی رومال۔ ایک چاندی کی انگوٹھی نگینہ والی پیش کر دی جائے جس کا وزن سوا چار ماشہ سے زائد نہ ہو۔ کیونکہ مرد کو ریشم اور سونا پہننا حرام ہے، لو یہ منگنی ہو گئی۔ اگر دوسرے شہر سے منگنی کرنے والے آئے ہیں تو ان میں سات آدمی سے زیادہ نہ آئیں، اور دلہن والے مہمانی کے لحاظ سے ان کو کھانا کھلائیں۔ مگر اس کھانے میں دوسرے محلے والوں کی عام دعوت کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر اس کے بعد لڑکے والے جب بھی آئیں تو ان پر مٹھائی اور کپڑوں کے جوڑوں کی پابندی نہ ہو۔ اگر اپنی خوشی سے بچوں کے لئے تھوڑی سی مٹھائی لائیں تو اس کو محلہ میں تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں حدیث پاک میں ہے کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دو، محبت بڑھے گی۔ مگر اس کو ٹیکس نہ بنا لو کہ وہ بیچارہ اس کے بغیر آ ہی نہیں سکتا۔ تاریخ کا مقرر کرنا بھی اسی سادگی کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ کہ اگر اسی شہر سے لوگ آ رہے ہیں تو ان کی تواضع صرف چائے یا ٹھنڈے مشروبات سے ہو اور اگر دوسرے شہر سے آ رہے ہوں تو پانچ آدمی سے زائد نہ ہوں، جن کی تواضع کھانے سے کی جائے اور مقرر کرنے والے سن رسیدہ بزرگ ہوں اور بہتر یہ ہے کہ شادی کے لئے جمعہ یا سوموار کا دن مقرر ہو۔ کیونکہ یہ بہت برکت والے دن ہیں۔ پھر تاریخ کے گانے بجانے ڈھول وغیرہ نہ ہوں، بلکہ اگر ہو سکے تو ہر تیسرے دن محفل میلاد کر دیا کریں۔ جس میں نعت خوانی اور درود پاک کی تلاوت ہو اور ایسے وعظ کئے جائیں جس میں موجودہ رسموں کی برائیاں ہوں۔ مائیوں اور ابٹن کی تمام رسمیں بند کر دی جائیں۔ یعنی اگر دلہن کو ایک جگہ بٹھا دیا جائے یا کہ دولہا، دلہن کو خوشبو یعنی ابٹن ملا دیا جائے تو کوئی حرج نہیں کہ یہ ابٹن ایک طرح کی خوشبو ہے اور خوشبو نبی کریم ﷺ کو بہت پسند تھی۔ بلکہ شادی کے وقت خوشبو استعمال کرنا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے ثابت ہے۔ لیکن ان کاموں کے ساتھ حرام رسمیں گانا بجانا عورتوں مردوں کا خلط ملط، بیہودہ مذاق سب بند کر دیئے جائیں۔ غرضیکہ دینی اور دنیاوی کاموں میں حضور ﷺ کی پیروی دین و دنیا کی بھلائی کا ذریعہ ہے۔ اس زمانے میں بعض لوگ دولہا کو چاندی کا زیور پہناتے ہیں یا چھری چاقو ان کے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ اس کو بھوت نہ چمٹ جائے۔ یہ سب ناجائز رسمیں ہیں۔ اگر دولہا پر کسی قسم کا خوف ہے تو صبح شام آیت الکرسی پڑھ کر خود اپنے پر دم کر لیا کرے۔ بلکہ نمازی آدمی کو کبھی کوئی آسیب بفضلہ تعالیٰ نہیں چھوتا، قرآن پاک خود اچھا نگہبان ہے اس کو اختیار کرو۔

نکاح اور رخصت کی رسم

موجودہ رسمیں: نکاح کے وقت دو طرح کی رسمیں ہوتی ہیں۔ کچھ وہ جو دولہا کے گھر کی جاتی ہیں اور کچھ وہ جو دلہن کے گھر۔ دولہا کے گھر تو یہ ہوتا ہے کہ نائی دولہا کو غسل دیتا ہے، وہی کپڑے بدلواتا ہے، سرخ رنگ کی پگڑی باندھ کر اس پر سنہری گوٹا لپیٹ دیا جاتا ہے، پھر اس پر سہرا باندھتا ہے۔ نائی یہ کام کر کے ایک تھال رکھ دیتا ہے۔ جس میں تمام قرابت دار مرد روپیہ پیسہ نچھاور کر کے ڈالتے ہیں۔ اس کے بعد عورتیں نچھاور کرتی ہیں جو نائی کی بیوی کا حق ہوتا ہے۔ اور آج سے پہلے سارے قرابت دار جمع ہو چکے ہوتے ہیں۔ جو کھانا کھاتے اور نیوتے کے روپے دیتے ہیں۔ لکھنے والا روپے لکھتا جاتا ہے۔ اس کھانے کا نام برات کی روٹی ہے۔ اس وقت زیادہ قابل رحم دولہا کے نانا، ماموں کا حال ہوتا ہے۔ کیونکہ ان پر ضروری ہے کہ

بھات لیکر آئیں، ورنہ ناک کٹ جائے گی۔ اس رسم نے صدہا گھر برباد کردئے۔ بھات میں ضروری ہے کہ دولہا اور اس کے تمام قرابت داروں کے لئے کپڑے کے جوڑے، کچھ نقدی اور غلہ لائیں۔ بعض جگہ چالیس پچاس جوڑے تک لانا پڑتے ہیں۔ جس کے لئے ہزار ہا روپے خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ خود میں نے ایک دوکاندار کو دیکھا کہ بڑے مزے سے گزر کر رہا تھا بھانجی کی شادی آن پڑی۔ میں نے ان کو بہت سمجھایا کہ بھات نہ دے یا اپنی حیثیت کے مطابق دے، وہ نہ مانا۔ آخر کار ان کی دکان بھات کی نذر ہوگئی اب بہت مصیبت میں ہے۔

بھانجی کے نکاح میں یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ کپڑوں کے جوڑوں کے سوا بھانجی کو زیور یا برات کی روٹی ماموں کرے۔ غرضیکہ ایک شادی میں چار گھروں کی بربادی ہوجاتی ہے۔ جب یہ سب رسمیں ہوچکیں تو اب برات چلی۔ جسکے ساتھ بری اور آگے باجے۔ بلکہ بعض دفعہ آگے آگے ناچنے والی رنڈیاں بھی ہوتی ہیں۔ گولے چلتے جاتے ہیں آتش بازی میں آگ لگتی جاتی ہے۔ بری اس میوہ کو کہتے ہیں جو دولہا کی طرف جاتی ہے جس میں شکر ایک من ناریل، مکھانہ وغیرہ بھی ہوتا ہے۔ دلہن کے گھر یہ چیزیں دی جاتی ہیں۔ جو بعد شادی تقسیم ہوتی ہیں۔ جب بارات دلہن کے مکان پر پہنچتی ہے۔ تو اول وہاں آتش بازی میں آگ لگائی جاتی ہے پھر پھول پتی لٹائی گئی۔ پھر تمام باراتیوں کو دلہن کی طرف سے عام دعوت دی جاتی ہے۔ پھر نکاح ہوا۔ دولہا مکان میں گیا۔ جہاں پہلے سے عورتوں کا مجمع لگا ہوا ہے۔ اس موقعہ پر بڑی پردہ نشین عورتیں بھی دولہا کے سامنے بے تکلف بغیر پردہ آجاتی ہیں۔ گالیاں سے بھرے گانے گائے جاتے ہیں۔ سالیاں بہنوئی سے قسم قسم کے مذق کرتی ہیں (حالانکہ سالیوں کو بہنوئی سے پردہ کرنا ضروری ہے) مراثن وغیرہ اپنے حقوق وصول کرتی ہے۔ پھر رخصت کی تیاری ہوتی ہے، جہیز دکھایا جاتا ہے۔ جہیز میں تین قسم کی چیزیں ہوتی ہیں، ایک تو دولہا والوں کے لئے کپڑوں کے جوڑے یعنی دولہا اس کے ماں باپ، دادا دادی، نانا، نانی، ماموں، مامی، بھائی، چچا، تایا، تائی، بھنگی، بہشتی، نائی غرضیکہ سب کو جوڑے ضرور دئے جاتے ہیں۔ دوسرے کاٹھ کباڑ یعنی میزیں، کرسیاں۔ برتن چار پائیاں وغیرہ تیسرے روز ان سب کی نمائش کے بعد رخصت ہوئی۔ جس میں باہر باجہ کا شور اندر رونے چلانے والوں کا زور ہوتا ہے۔ پالکی میں دلہن سوار آگے دولہا گھوڑے پر سوار، پالکی پر سے پیسوں کی بکھیر ہوتی ہوئی روانگی ہوئی۔ سبحان اللہ کیا پاکیزہ مجلس ہے کہ آگے بھنگیوں اور چماروں کے بچے لوٹن والوں کا ہجوم پھر باجے والے، میراثیوں کی جماعت اور جماعت شرفا پیچھے۔ اگر آنکھ ہو تو ایسی مجلس میں شرکت بھی معیوب سمجھو۔ کہاں تک بیان کیا جائے۔ بعض وہ رسمیں ہیں، جن کے بیان سے شرم آتی ہے کہ اس مضمون کو غیر مسلم قوم میں بھی پڑھیں گی۔ وہ مسلمانوں کے متعلق کیا رائے قائم کریں گی۔ حق یہ ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے ایسے ناخلف اولاد ہوئے کہ ہم نے ان کے نام کو بھی ڈبو دیا۔ آج ایسی واہیات رسمیں بھنگی چماروں میں بھی نہیں جو مسلمانوں میں ہیں۔

ان رسموں کی خرابیاں: ان رسموں کی خرابیاں کیا بیان کروں۔ صرف اتنا عرض کردیتا ہوں کہ ان رسموں نے مسلمان مالداروں کو کنگال بنا دیا۔ گھر والوں کو بے گھر کردیا۔ مسلمانوں کے محلے ہندوؤں کے پاس چلے گئے۔ ہر شخص اپنے شہر میں صدہا مثالیں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اب چند خرابیاں جو موٹی موٹی ہیں عرض کرتا ہوں۔ اول خرابی یہ ہے کہ اس میں مال کی بربادی اور حق تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم ۔۔۔۔۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

دوسرے یہ کہ یہ سارے کام اپنے نام کے لئے کئے جاتے ہیں۔ مگر دوستو سوائے بدنامی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کھانے والے تو کھانے میں عیب نکالتے ہوئے جاتے ہیں کہ اس میں گھی ولائتی تھا، نمک زیادہ تھا، مرچ اچھی نہ تھا۔ اور دولہا والے اکثر شکایت ہی کرتے دیکھے گئے۔ لڑکی کے لئے وہاں طعنے ہی طعنے ہوتے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے گھر یہ باراتی عمدہ عمدہ مزیدار کھانے کھا کر جائیں مگر ان کا منہ سیدھا نہیں ہوتا، کھانے میں عیب نکالتے ہیں۔ مگر اولیاء اللہ اور پیر و مرشد کے گھر سوکھی روٹیاں اور دال دلیہ خوشی سے کھا کر تبرک سمجھ کر تعریفیں کرتے ہیں۔ وہ سوکھی روٹیاں اپنے بچوں کو پردیس میں بھیجتے ہیں، جا کر دیکھو اجمیر کا دلیہ، بغداد کی دال اور دوسرے آستانوں کی دال روٹی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ دوستو! وجہ صرف یہ ہے کہ شادی بیاہ کے کھانے صرف مخلوق کو راضی کرنے کے لئے ہوتے ہیں اور وہ خشک روٹیاں خالق کے لئے۔ اگر ہم بھی شادی بیاہ کے موقع پر کھانا جہیز وغیرہ سنت کی نیت سے

سنت طریقے پر کریں تو کبھی کوئی اعتراض ہو سکتا ہی نہیں۔ ہمارے دوست سیٹھ عبدالغنی ہر سال بقر عید کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے قربانی کرتے ہیں اور پلاؤ پکا کر عام مسلمانوں کی دعوت کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ معزز مسلمان جو کسی کی شادی بیاہ میں بڑے نخرے سے جاتے ہیں، وہ بغیر بلائے یہاں آجاتے ہیں اور اگر آخری ایک اثر بھی پالیتے ہیں تو تبرک سمجھ کر کھاتے ہیں۔ ابھی قریب میں ہی انجمن خدام الصوفیہ کے صدر نے ولیمہ کی دعوت سنت نیت سے کی، نہ کسی کو شکایت پیدا ہوئی نہ کسی نے عیب نکالا۔ غرض یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا نام پاک عیب پوش ہے۔ جس چیز پر ان کا نام آجائے اس کے سب عیب چھپ جاتے ہیں۔ اگر ہم لوگ ولیمہ کا کھانا سنت کی نیت سے کریں تو اگر دال روٹی بھی مسلمانوں کے سامنے رکھ دیں گے وہ بھی مسلمان برکت کی نیت سے سیر ہو کر کھائیں گے۔

تیسری خرابی ان رسموں کی یہ ہے کہ ان کی وجہ سے شریف غریبوں کی لڑکیاں بیٹھی رہتی ہیں اور مالداروں کی لڑکیاں ٹھکانے لگ جاتی ہیں۔ کیونکہ لوگ اپنے بیٹوں کا پیغام وہاں ہی لے جاتے ہیں جہاں زیادہ جہیز ملے۔ اگر ہر جگہ کے لئے جہیز مقرر ہو جائے کہ امیر و غریب سب اتنا ہی جہیز وغیرہ دیں تو ہر مسلمان کی لڑکی جلد ٹھکانے لگ جائے۔

چوتھی خرابی یہ ہے کہ ان رسموں کی وجہ سے اپنی اولاد وبال جان معلوم ہونے لگی ہے کہ اگر کسی کے لڑکی پیدا ہوئی، سمجھا گیا یا تو اب اپنے مکان کی خیر نہیں یا دوکان گئی۔ اسی لئے لوگ لڑکی پیدا ہونے پر گھبراتے ہیں۔ یہ ان رسموں کی ''برکت'' ہے۔

پانچویں خرابی یہ ہے کہ نکاح سے مقصود ہوتا ہے، دو قوموں کا مل جانا یعنی لڑکے والے لڑکی والے کے قرابت دار محب بن جائیں، اور لڑکی والے لڑکے والے کے۔ اسی لئے اس کا نام نکاح ہے، نکاح کے معنی ہیں مل جانا۔ تو یہ نکاح قبیلوں اور جماعتوں کے ملانے والی چیز ہے۔ مثل مشہور ہے کہ نکاح میں لڑکی دے کر لڑکا لیتے ہیں اور لڑکا دے کر لڑکی حاصل کرتے ہیں۔ مگر اب مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ نکاح مال حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ جس کے چار فرزند ہو گئے وہ سمجھا کہ میری چار جائیدادیں ہو گئیں کہ ان کو بیاہوں گا۔ جہیز سے گھر بھرلوں گا۔ اب دلہن خاطر خواہ جہیز نہ لائی تو لڑائی قائم ہو گئی اور اب عام طور پر نکاح لڑائی کی جڑ بن کر رہ گیا ہے کہ اپنے عزیزوں میں لڑکی دو تو آپس میں پرانا رشتہ ختم ہو جاتا ہے کیوں؟ اس لئے کہ نکاح کو ایک مالی کاروبار سمجھ لیا گیا ہے۔

چھٹی خرابی یہ ہے کہ کسی شخص کی چند اولادیں ہیں۔ پہلے کا نکاح تو بڑی دھوم دھام سے کیا۔ اس ایک نکاح میں اس کا مصالحہ ختم ہو گیا۔ باقی اولاد کے فقط نکاح ہی ہوئے، کوئی رسم ادا نہ ہوئی۔ کیونکہ روپیہ نہ تھا۔ اب اس اولاد کو ماں باپ سے شکایت پیدا ہوتی ہے کہ ہمارے بڑے بھائی میں کیا خوبی تھی جو ہم میں نہ تھی۔ تو باپ اور اولاد میں ایسی بگڑتی ہے کہ خدا کی پناہ۔

ساتویں خرابی: یہ ہے کہ لڑکی والوں نے دولہا کے نکاح کے وقت اتنا خرچ کرایا کہ اس کا مکان بھی رہن ہو گیا۔ بہت قرضہ سر پر سوار ہو گیا۔ اب دلہن صاحبہ جب گھر میں آئیں تو مکان بھی ہاتھ سے گیا اور مصیبت بھی آپڑی۔ تو نام یہ ہوتا ہے کہ دلہن ایسی منحوس آئی کہ اس کے آتے ہی ہمارے گھر کی خیر و برکت اڑ گئی۔ اس سے پھر لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ خبر نہیں کہ اس بیچاری دلہن کا قصور نہیں بلکہ تمہاری ان ہندوانی رسموں کی ''برکت'' ہے۔

آٹھویں خرابی: یہ ہے کہ ان رسموں کو پورا کرنے کے لئے غریب لوگ لڑکی کے پیدا ہوتے ہی فکر کرنے لگتے ہیں، جوں جوں اولاد جوان ہوتی ہے ان کی فکریں بڑھتی ہیں۔ اب نہ روٹی اچھی معلوم ہوتی ہے نہ پانی۔ فکر یہ ہوتی ہے کہ کسی صورت سے روپیہ جمع کرو، کہ یہ رسمیں پوری ہوں اب روپیہ جمع کر رہے ہیں۔ اس روپے میں زکوٰۃ بھی واجب ہے اور حج بھی فرض ہو جاتا ہے وہ ادا نہیں کرتے۔ کیونکہ اگر ان عبادات میں روپیہ خرچ ہو گیا تو شیطانی رسمیں کس طرح پوری ہوں گی۔ میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ ان کے پاس تقریباً دو ہزار روپیہ تھا میں نے کہا آپ پر حج فرض ہے۔ حج کو جاؤ۔ فرمانے لگے کہ بڑا حج تو لڑکی کی شادی اور اس کا جہیز ہے۔ میں نے کہا شادی کے اخراجات اپنی قوم نے بنا لئے ہیں وہ فرض نہیں۔ فرمانے لگے کچھ بھی ہو ناک تو کٹوائی نہیں جاتی۔ آخر حج نہ کیا لڑکی کی شادی میں چھرے اڑائے۔ آپ نے بہت مالداروں کو دیکھا ہوگا کہ حج ان کو نصیب نہیں ہوتا۔ لگتا ہے شادیوں سے ہی ان کو چھٹکارا نہیں ملتا۔ ادھر توجہ کیسے کریں۔ یہ بھی خیال رہے کہ حج کرنا ہر اس شخص پر فرض ہے جس کے پاس مکہ معظمہ آنے

جانے کا کرایہ اور باقی مصارف ہوں۔ یہ جو مشہور ہے کہ بڑھاپے میں حج کرو، غلط ہے۔ کیا خبر ہم کو بڑھاپا لے گا یا نہیں اور یہ مال رہے گا یا نہیں۔

نویں خرابی: یہ ہے کہ غریب لڑکی کے بچپن ہی سے کپڑے جمع کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ اتنے جوڑے وہ ایک دم نہیں بنا سکتے۔ جب تک لڑکی جوان ہوتی ہے کپڑے گل جاتے ہیں۔ انہیں گلے ہوئے کپڑوں کے جوڑے بنا کر دیتے ہیں۔ جب وہ پہنے جاتے ہیں تو دو دن میں پھٹ جاتے ہیں۔ جس سے پہننے والے گالیاں دیتے ہیں کہ ایسے کپڑے دینے کی کیا ضرورت تھی۔

دسویں خرابی: یہ ہے کہ دلہن والے مصیبت اٹھا کر پیسہ برباد کر کے کاٹھ کباڑ یعنی میز کرسیاں، مسہریاں لڑکی کو دے تو دیتے ہیں۔ مگر دولہا کا گھر اتنا تنگ اور چھوٹا ہوتا ہے کہ وہاں رکھنے کو جگہ نہیں ہوتی۔ اور دولہا میاں کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں۔ تو جب دو چار دفعہ مکان بدلنا پڑتا ہے تو یہ تمام کاٹھ کباڑ ٹوٹ پھوٹ کر ضائع ہو جاتا ہے۔ جتنے روپے کا جہیز دیا گیا اگر اتنا روپیہ نقد دیا جاتا یا اس روپے کی کوئی دوکان یا مکان لڑکی کو دے دی جاتی تو لڑکے کے کام آتا اور اس کی اولاد عمر بھر آپ کو دعائیں دیتی اور لڑکی کی بھی سسرال میں عزت ہوتی اور اگر خدانخواستہ کبھی لڑکی پر کوئی مصیبت آتی تو اس کے کرایہ سے اپنا برا وقت نکال لیتی۔

مسلمانوں کے کچھ بہانے: جب یہ خرابیاں مسلمانوں کو بتائی جاتی ہیں تو ان کو چند قسم کے عذر ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ صاحب ہم کیا کریں ہماری عورتیں اور لڑکے نہیں مانتے، ہم ان کی وجہ سے مجبور ہیں۔ یہ عذر محض بیکار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آدھی مرضی خود مردوں کی بھی ہوتی ہے۔ تب ان کی عورتیں اور لڑکے اشارہ یا نرمی پا کر ضد کرتے ہیں۔ ورنہ ممکن نہیں کہ ہمارے گھر میں ہماری مرضی کے بغیر کوئی کام ہو جائے۔ اگر ہانڈی میں نمک زیادہ ہو جائے تو عورت بیچاری کی شامت اور اگر اولاد یا بیوی کسی وقت نماز نہ پڑھے تو بالکل پرواہ نہیں۔ جان لو کہ حق تعالیٰ نیت سے خبردار ہے۔ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ آگے آگے فرزند کی برات مع ناچ باجے کے جا رہی ہے اور پیچھے پیچھے یہ حضرت بھی لاحول پڑھتے ہوئے چلے جا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا کریں بچہ نہیں مانتا۔ یقیناً یہ لاحول خوشی کی ہے۔ حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے

کہ لاحول گو یند شادی کناں

دوسرے پنجاب میں یہ قانون ہے کہ ماں باپ کے مال سے لڑکی میراث نہیں پاتی۔ لکھ پتی باپ کے بعد سارا مال جائیداد مکانات سب کچھ لڑکے کا ہے۔ لڑکی ایک پائی کی حقدار نہیں۔ بہانہ یہ کرتے ہیں کہ ہم لڑکی کی میراث کے بدلہ اس کی شادی دھوم دھام سے کر دیتے ہیں۔ سبحان اللہ! اپنے نام کے لئے روپیہ پیسہ حرام کاموں میں برباد کرو اور لڑکی کے حصے سے کاٹو، کیوں جناب؟ آپ جو لڑکے کی شادی میں اس کی پڑھائی لکھائی پر جو روپیہ خرچ کرتے ہیں، کیا وہ بھی فرزند کی میراث سے کاٹتے ہیں، ہرگز نہیں۔ پھر یہ عذر کیسا یہ محض دھوکہ دینا ہے۔

تیسرے یہ کہ ہمیں علماء کرام نے یہ باتیں بتائی ہی نہیں۔ اس لئے کہ ہم لوگ اس سے غافل رہے۔ اب جبکہ یہ رسوم چل پڑیں، لہٰذا ان کا بند ہونا مشکل ہے۔ لیکن یہ بہانہ بھی غلط ہے علمائے اہلسنت نے اس کے متعلق کتابیں لکھی ہیں۔ مسلمانوں نے قبول نہ کیا چنانچہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے ایک کتاب لکھی ''جلی الصوت'' جس میں صاف صاف فرمایا کہ میت کی روٹی امیروں کے لئے کھانا حرام ہے، صرف غریب لوگ کھائیں۔ ایک کتاب لکھی ''ھادی الناس الی احکام الاعراس'' جس میں شادی بیاہ کی مروجہ رسموں کی برائیاں بتائیں اور شرعی رسمیں بیان فرمائیں۔ ایک کتاب لکھی ''مروجه النجاء'' جس سے ثابت فرمایا کہ سوا چند موقعوں کے باقی جگہ عورتوں کو گھر سے نکلنا حرام ہے۔ اور بھی علمائے اہلسنت نے ان باتوں کے متعلق بہت کتابیں لکھیں۔ افسوس کہ اپنا قصور علماء کے سر لگاتے ہو۔

چوتھا بہانہ یہ کرتے ہیں کہ اگر شادی بیاہوں میں یہ رسمیں نہ ہوں تو لوگ ہمارے گھر جمع نہ ہوں گے۔ جس سے رونق نہ ہوگی۔ مگر یہ بھی فقط وہم و دھوکا ہے۔ حق یہ ہے کہ شادی و نکاح میں شرکت اگر سنت کی نیت سے ہو تو عبادت ہے اب تو ہمارے نکاحوں میں لوگ تماشائی بن کر یا کھانے کے لئے آتے ہیں۔ جس کا کچھ ثواب نہیں پاتے اور پھر انشاء اللہ عبادت کی نیت سے آیا کریں گے جیسے اب لوگ عید کی نماز کے لئے عیدگاہ میں جاتے ہیں تب انشاء اللہ رونق ہی کچھ اور ہوگی اور بہار ہی کچھ اور آئے گی۔ ابھی یہاں گجرات میں بھائی فضل الٰہی صاحب کے گھر ایسی ہی سیدھی سادھی

شادی ہوئی۔ اس قدر مجمع نہ دیکھا بہت سے مسلمان تو وضو کر کے درود شریف پڑھتے ہوئے اس سارے جلوس میں شریک ہوئے۔

پانچواں بہانہ یہ کرتے ہیں کہ لوگ ہم پر طعنہ کریں گے کہ خرچ کم کرنے کے لئے یہ رسمیں بند کی ہیں اور بعض لوگ یہ کہیں گے کہ یہ ماتم کی مجلس ہے یہاں ناچ نہیں، باجہ نہیں، گویا تیجہ پڑھا جارہا ہے۔ یہ عذر بھی بیکار ہے۔ ایک سنت کو زندہ کرنے میں سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ کیا یہ ثواب مفت مل جائے گا۔ لوگوں کے طعنے، عوام کے مذاق، اول اول برداشت۔ کرنے پڑھیں گے اور دوستو اب بھی لوگ طعنے دینے سے باز کب آتے ہیں۔ کوئی کھانے کا مذاق اڑاتا ہے، کوئی جہیز کا اور طرح طرح کی شکایت کرتا ہے۔ غرضیکہ لوگوں کے طعنے سے کوئی کسی وقت بچ نہیں سکتا۔ لوگوں نے تو خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں کو عیب لگائے اور طعنے دیئے۔ تم ان لوگوں کی زبان سے کس طرح بچ سکتے ہو۔ یہ بھی یاد رکھو کہ پہلے تو کچھ مشکل پڑے گی۔ مگر بعد انشاء اللہ وہ بھی طعنے دینے والے لوگ تم کو دعائیں دیں گے۔ اور غریب وغرباء کی مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام بھی راضی ہونگے اور مسلمان بھی۔ مضبوطی سے قائم رہنا شرط ہے۔

بیاہ شادی کی اسلامی رسمیں: سب سے بہتر تو یہ ہوگا کہ اپنی اولاد کے نکاح کے لئے حضرت خاتون جنت شہزادی اسلام فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح پاک کو نمونہ بناؤ اور یقین کرو کہ ہماری اولاد ان کے قدم پاک پر قربان۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ اگر حضور نبی کریم ﷺ کی مرضی ہوتی کہ میری لخت جگر کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہو اور صحابہ کرام سے اس کے لئے چندہ وغیرہ کے لئے حکم صادر فرمادیا جاتا تو عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خزانہ موجود تھا۔ جو ایک ایک جنگ کے لئے نو نو سو اونٹ اور نو نو سو اشرفیاں حاضر کر دیتے تھے۔ لیکن چونکہ منشا یہ تھا کہ قیامت تک یہ شادی مسلمانوں کے لئے نمونہ بن جائے۔ اس لئے نہایت سادگی سے یہ اسلامی رسم ادا کی گئی۔ لہٰذا مسلمانو! اولاً تو اپنی بیاہ بارات سے ساری حرام رسمیں نکال ڈالو، باجے آتش بازی، عورتوں کے گانے، میراثی ڈوم وغیرہ کے گیت، رنڈیوں کے ناچ، عورتوں مردوں کا میل جول، پھول پتی لٹانا۔ ایک دم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مٹا دو۔ اب رہی فضول خرچی کی رسمیں ان کو یا تو بند ہی کرو اگر بند نہ کر سکو تو ان کے لئے ایسی حد مقرر کر دو۔ جس سے فضول خرچی نہ رہے اور گھر کی بربادی نہ ہو۔ جنھیں امیر وغریب سب بے تکلف پورا کر سکیں۔ لہٰذا ہماری رائے یہ ہے کہ اس طریقہ سے نکاح کی رسم ادا ہونی چاہیے۔

نانکی چھک کی رسم بالکل بند کی جائے اگر دولہا، دلہن کا ماموں، نانا کچھ امداد کرنا چاہیں تو رسم بنا کر نہ کریں بلکہ محض اس لئے کہ قرابت داروں کی مدد کرنا رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے۔ اس لئے بجائے کپڑوں کے نقد روپیہ دے دیں۔ اور یہ امداد خفیہ کی جائے۔ دکھلاوے کو اس میں دخل نہ ہو کہ رسم نہ بن جائے۔ دولہا دلہن نکاح سے پہلے ابٹن یا خوشبو کا استعمال کریں۔ مگر مہندی یا تیل لگانے اور ابٹن کی رسم بند کر دی جائے۔ یعنی گانا باجہ عورتوں کا جمع ہونا بند کر دو۔ اب اگر بارات شہر کی شہر میں ہے تو ظہر کی نماز پڑھ کر برات کا مجمع دولہا کے گھر جمع ہو اور دلہن والے لوگ دلہن کے گھر جمع ہوں۔ دلہن کے یہاں اس وقت نعت خوانی یا وعظ یا درود شریف کی مجلس گرم ہو۔ ادھر دولہا کو اچھا عمدہ سہرا باندھ کر پیدل یا گھوڑے پر سوار کر کے اس طرح برات کا جلوس روانہ ہو۔ جب یہ بارات دلہن کے گھر پہنچے تو دلہن والے اس بارات کو روٹی یا کھانا ہرگز نہ دیں۔ کیونکہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح میں حضور علیہ السلام نے کوئی کھانا نہ دیا۔ غرضیکہ لڑکی والے کے گھر کھانا نہ ہو۔ بلکہ چائے پانی سے تواضع کر دی جائے۔ پھر عمدہ طریقے سے خطبہ نکاح پڑھ کر نکاح ہو جائے گا۔ اگر نکاح مسجد میں ہو تو اور بھی اچھا ہے۔ نکاح کا مسجد میں ہونا مستحب ہے اور اگر لڑکی کے گھر ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ نکاح ہوتے ہی براتی لوگ واپس ہو جائیں، یہ تمام کام عصر سے پہلے ہو جائیں اور بعد مغرب کو دلہن کو رخصت کر دیا جائے۔ خواہ رخصت تانگہ میں ہو یا ڈولی وغیرہ میں۔ مگر اس پر کسی قسم کا نچھاور اور بکھیر بالکل نہ ہو کہ بکھیر کرنے میں پیسے گم ہو جاتے ہیں۔ ہاں نکاح کے وقت خرمے لٹانا سنت ہے اور اگر نکاح کے وقت دو چار گولے چلا دیے جائیں یا اعلان کی نیت سے جہاں نکاح ہوا ہے وہاں ہی کوئی نقارہ یا نوبت اس طرح بغیر گت کے پیٹ دی جائے جیسے سحری کے وقت اٹھانے کے لئے رمضان شریف میں پٹی جاتی ہے، تو بھی بہت اچھا ہے یہ ہی دف کے معنی ہیں۔

جہیز: جہیز کے لئے کوئی حد نہیں ہونی چاہیے کہ جس کی ہر امیر وغریب پابندی کرے۔ امیر لوگ اس موقعہ پر اپنی لڑکیوں کو جو چاہیں دیں۔ مگر جہیز

وہ دیں جو، مقرر ہو گیا یاد رکھو کہ اگر تم جہیز سے دولہا کا گھر بھی بھر دو تو بھی تمہارا نام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بعض جگہ بھنگی چماروں نے اتنا جہیز دے دیا کہ مسلمان بڑے مال دار بھی نہیں دے سکتے۔ چنانچہ چند سال گزرے کہ آگرے میں ایک چمار نے اپنی لڑکی کو اتنا جہیز دیا کہ وہ برات کے ساتھ جلوس کی شکل میں ایک میل میں تھا۔ اس کی نگرانی کے لئے پولیس بلانی پڑی۔ جب اس سے کہا گیا کہ اتنا جہیز رکھنے کے لئے دولہا کے پاس مکان نہیں تو فوراً دو قیمتی مکان خرید کر دولہا کو دے دئے۔ چنانچہ اب ہم نے خود دیکھا کہ جو مسلمان اپنی جائیداد مکان فروخت کر کے اچھا جہیز دیتے ہیں تو دیکھنے والے اس چمار کے جہیز کا ذکر شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھائی وہ چمار کے جہیز کا ریکارڈ توڑ گیا۔ اس مسلمان بیچارے کا نام نہ تعریف۔ لہٰذا اے مسلمانو! ہوش کرو، اس ناموری کے لالچ میں اپنے گھر کو آگ نہ لگاؤ یاد رکھو کہ نام اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں ہے۔ لہٰذا جو جہیز ہم عرض کرتے ہیں اس سے زیادہ ہرگز نہ دو۔ برتن گیارہ عدد، چارپائی درمیانی ایک عدد، لحاف ایک عدد، توشک (گدیلا) ایک عدد، تکیہ ایک عدد، چادر ایک عدد، دلہن کو جوڑے چار عدد (جس میں دو عدد سوتی ہوں اور دو عدد ریشمی) دولہا کو جوڑے دو عدد، دولہا کے والد کو جوڑا ایک عدد، دولہا کی والدہ کو جوڑا ایک عدد، ایک عدد جاء نماز، ایک عدد قرآن شریف مع رحل، زیور بقدر ہمت مگر اس میں بھی زیادتی نہ کرو۔ اگر ہو سکے تو اس کے علاوہ نقد روپیہ لڑکی کے نام جمع کرا دو اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تو کوئی مکان، دوکان جائیداد کی شکل میں خرید و لڑکی کے نام رجسٹری ہو۔ یہ بھی یاد رکھو کہ تمام لڑکیوں میں برابری ہونا ضروری ہے لہٰذا اگر نقد روپیہ اور جائیداد ایک لڑکی کو دی ہے تو سب کو دو ورنہ گناہگار ہو گے۔ جو اولاد میں برابری نہ رکھے حدیث شریف میں اس کو ظالم کہا گیا ہے اور اپنی لڑکیوں کو سکھا دو کہ اگر ان کی ساس یا نند طعنہ دیں تو وہ جواب دیں کہ میں سنت طریقہ اور حضرت خاتون جنت کی غلامی میں تمہارے گھر آئی ہوں۔ اگر تم نے مجھ پر طعنہ کیا تو تمہارا یہ طعنہ مجھ پر نہ ہوگا بلکہ اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام پر ہوگا۔ ساس، نند بھی خوب یاد رکھیں کہ اگر انہوں نے یہ جواب سن کر بھی زبان نہ روکی تو ان کا ایمان خطرے میں ہے۔

لطیفہ: حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کرنے لگا کہ میں نے قسم کھائی تھی کہ اپنی بیٹی کو جہیز میں ہر چیز دوں گا۔ اب میں کیا کروں کہ قسم پوری ہو۔ کیونکہ ہر چیز تو بادشاہ بھی نہیں دے سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ تو اپنی لڑکی کو جہیز میں قرآن شریف دے دے۔ کیونکہ قرآن شریف میں ہر چیز ہے اور آیت پڑھ دی (روح البیان) پارہ گیارہواں سورہ یونس کی پہلی آیت ولا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین

لہٰذا لڑکیوں اور ان کی ساس نندوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ جس نے قرآن شریف جہیز میں دے دیا اس نے سب کچھ دے دیا۔ کیا چکی چولہا اور دنیا کی چیز قرآن شریف سے بڑھ کر ہیں۔

اور اگر بارات دوسرے شہر سے آئی ہے تو بارات میں آنے والے مرد اور عورتیں پچیس سے زیادہ نہ ہوں اور ان مہمانوں کو لڑکی والا کھانا کھلائے مگر یہ کھانا مہمانی کے حق میں ہوگا نہ کہ بارات کی روٹی۔ اس طرح دلہن والے کے گھر جو اپنی برادری اور بستی کی عام دعوت ہوتی ہے وہ بالکل بند کر دی جائے۔ ہاں باہر کے مہمان اور بارات کے منتظمین ضرور کھانا کھائیں۔ مقصود صرف یہ ہے کہ دلہن کے گھر عام برادری کی دعوت نہ ہو کہ یہ بلا وجہ کا بوجھ ہے۔ جہاں ہو سکے لڑکی والے کا بوجھ ہلکا کر دو۔

جب دلہن خیر سے گھر پہنچے تو رخصت کے دوسرے دن یعنی شب عروسی کی صبح کو دولہا کے گھر دعوت ولیمہ ہونی چاہئے۔ یہ دعوت اپنی حیثیت کے مطابق ہو کہ یہ سنت ہے مگر اس کی دھوم دھام کے لئے سود و قرضہ نہ لیا جائے اور مالداروں کے ساتھ کچھ غرباء و مساکین کو بھی اس دعوت میں بلایا جائے۔ یاد رکھو کہ جس شادی میں خرچہ کم ہوگا انشاء اللہ وہ شادی بڑی مبارک اور دلہن خوش نصیب ہوگی۔ ہم نے دیکھا کہ زیادہ جہیز لے جانے والی لڑکیاں سسرال میں تکلف سے رہیں اور کم جہیز لانے والیاں بڑے آرام سے گزارا کر رہی ہیں۔ ہم نے حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی اور ان کا جہیز اور ان کی خانگی زندگی شریف میں نظم لکھی ہے اور آپ کو سناتے ہیں۔ سنو اور عبرت پکڑو۔

شہزادیٔ اسلام، مالکہ دار السلام حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح

گوش دل سے مومنو سن لو ذرا
ہے یہ قصہ فاطمہ کے عقد کا!

پندرہ سال نبی کی لاڈلی
اور تھی بائیس سال عمر علیؓ

عقد کا پیغام حیدر نے دیا
مصطفیٰ نے مرحبا اہلا کہا

پیر کا دن سترہ ماہ رجب
دوسرا سن ہجرت شاہ عرب

پھر مدینہ میں ہوا اعلان عام
ظہر کے وقت آئیں سارے خاص وعام

سن خبر سے شور برپا ہوگیا
کوچہ وبازار میں غل سامچا

آج ہے مولیٰ کی دختر

آج ہے اس پاک و پچی کا نکاح
آج ہے بے ماں کی بچی کا نکاح

خیر سے جب وقت آیا ظہر کا
مسجد نبوی میں مجمع ہو گیا

ایک جانب ہیں ابوبکرؓ عمرؓ
اک طرف عثمانؓ بھی ہیں جلوہ گر

ہر طرف اصحاب و انصار ہیں
درمیان میں احمد مختار ہیں

سامنے نوشہ علی مرتضیٰ
حیدر کرار شاہ لافتیٰ

آج گویا عرش آیا ہے اتر
یاکہ قدسی آگئے ہیں فرش پر

جمع جب یہ سارا مجمع ہو گیا
سید الکونین نے خطبہ پڑھا

جب ہوئے خطبے سے فارغ مصطفیٰ
عقد زہرا کا علی سے کردیا

چار سو مثقال چاندی مہر تھا
وزن جس کا ڈیڑھ سو تولہ ہوا

بعد میں خرمے لٹائے لاکلام
ماسواء اس کے نہ تھا کوئی طعام

ان کے حق میں پھر دعائے خیر کی
اور ہر اک نے مبارکباد دی

گھر سے رخصت جس گھڑی زہرا ہوئیں
والدہ کی یاد میں رونے لگیں

دی تسلی احمد مختار نے
اور فرمایا شہ ابرار نے

فاطمہ ہر طرح سے بالا ہو تم
میکہ و سسرال میں اعلیٰ ہو تم

باپ تیرا ہے امام الانبیاء
اور شوہر اولیاء کے پیشوا

ماہ ذی الحجہ میں جب رخصت ہوئی
تب علی کے گھر میں ایک دعوت ہوئی

جس میں تھیں دس سیر جو کی روٹیاں
کچھ پنیر اور تھوڑے خرمے بیگماں

اس ضیافت کا ولیمہ نام ہے
اور یہ دعوت سنت اسلام ہے

سب کو انکی راہ چلنا چاہئے
اور بری رسموں سے بچنا چاہئے

جہیز

فاطمہ زہرا کا جس دن عقد تھا
سن لو ان کے ساتھ کیا کیا نقد تھا

ایک چادر سترہ پیوند کی
مصطفیٰ ﷺ نے اپنی دختر کو جو دی

ایک تو شک جس کا چمڑے کا غلاف — ایک تکیہ ایک ایسا ہی لحاف
جس کے اندر اون نہ ریشم روئی — بلکہ اس میں چھال خرمے کی بھری
ایک چکی پیسنے کے واسطے — ایک مشکیزہ تھا پانی کے لئے
ایک لکڑی کا پیالہ ساتھ میں — نقری کنگن کی جوڑی ہاتھ میں
اور گلے میں ہار ہاتھی دانت کا — ایک جوڑا بھی کھڑاؤں کا دیا
شاہزادی سید الکونین کی — بے سواری ہی علی کے گھر گئی
واسطے جن کے بنے دونوں جہاں — ان کے گھر تھیں سیدھی سادی شادیاں
اس جہیز پاک پر لاکھوں سلام — صاحب لولاک پر لاکھوں سلام

شہزادی کونین کی زندگی

آئیں جب خاتون جنت اپنے گھر — پڑ گئے سب کام ان کا ذات پر
کام سے کپڑے بھی کالے پڑگئے — ہاتھ میں چکی سے چھالے پڑگئے
دی خبر زہرا کو اسداللہ نے — بانٹے ہیں قیدی رسول اللہ نے
ایک لونڈی بھی اگر ہم کو ملے — اس مصیبت سے تمہیں راحت ملے
سن کے زہرا آئیں صدیقہ کے گھر — تاکہ دیکھیں ہاتھ کے چھالے پدر
پر نہ تھے دولت کدہ میں شاہ دیں — والدہ سے عرض کرکے آگئیں
گھر میں جب آئے شاہ کبریاء — والدہ نے ماجرہ سارا کہا
فاطمہ چھالے دکھانے آئی تھیں — گھر کی تکلیفیں سنانے آئی تھیں
آپ کو گھر میں نہ پایا شاہ دیں — مجھ سے سب دکھ درد اپنا کہہ گئیں
ایک خادم آپ اگر ان کو بھی دیں — چکی اور چولہے کے وہ دکھ سے بچیں
شب کو آئے مصطفیٰ زہرا کے گھر — اور کہا دختر سے اے جان پدر
ہیں یہ خادم ان یتیموں کے لئے — باپ جن کے جنگ میں مارے گئے
تم پہ سایہ ہے رسول اللہ کا — آسرا رکھو فقط اللہ کا
ہم تمہیں تسبیح اک ایسی بتائیں — آپ جس سے خادموں کو بھول جائیں
اولاً سبحان ۳۳ بار ہو — اور پھر الحمد اتنی ہی پڑھو
اور ۳۴ بار ہو تکبیر بھی — ورد میں رکھنا اسے اپنے مدام
خلد کی مختار راضی ہو گئیں — سن کے یہ گفتار خوش خوش ہوئیں
سالک ان کی راہ جو کوئی چلے — دین و دنیا کی مصیبت سے بچے

ہدایت: نکاح کے بعد کبھی شوہر بیوی میں نا اتفاقی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے شوہر عورت کی صورت سے بیزار ہوتا ہے اور عورت شوہر کے نام سے گھبراتی ہے جس میں کبھی تو قصور عورت کا ہوتا ہے کبھی مرد کا۔ مرد تو دوسرا نکاح کر لیتا ہے اور اپنی زندگی آرام سے گزارتا ہے مگر بے چاری عورت ہی

نہیں بلکہ اس کے میکے والوں تک کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ جس کا دن رات تجربہ ہو رہا ہے۔ لڑکی والے رو رہے ہیں۔ کبھی مرد غائب یا دیوانہ پاگل ہو جاتا ہے جس کی طلاق کا شرعاً اعتبار نہیں۔ اب عورت بے بس ہے غیر مسلم قومیں مسلمانوں پر طعن دیتی ہیں کہ اسلام میں عورتوں پر ظلم اور مردوں پر بے جا آزادی ہے اس کا علاج عورتوں نے تو سوچا کہ وہ مرد سے طلاق حاصل کرنے کیلئے مرتد ہونے لگیں یعنی کچھ روز کے لئے عیسائی یا آریہ وغیرہ بن گئیں پھر دوبارہ اسلام لا کر دوسرے نکاح میں چلی گئیں یہ علاج خطرناک ہے اور غلط بھی کیونکہ اس میں مسلم قوم کے دامن پر نہایت بدنما دھبہ لگتا ہے اور بہت سی عورتیں پھر اسلام میں واپس نہیں آتیں جس کی مثالیں میرے سامنے موجود ہیں نیز عورت بے ایمان بن جانے سے پہلا نکاح ٹوٹتا بھی نہیں بلکہ قائم رہتا ہے بعض لیڈران قوم نے اس کا یہ علاج سوچا کہ فسخ کا قانون بنوا دیا لیکن اس قانون سے بھی شرعاً نکاح نہیں ٹوٹتا۔ طلاق شوہر دے تب ہی ہو سکتی ہے بعض عقلمند لوگوں نے یہ تدبیر سوچی کہ بڑے بڑے مہر بندھوائے پچاس ہزار ایک لاکھ روپیہ یا اپنی لڑکیوں کے نام دولہا سے مکان یا جائیداد لکھوائی مگر یہ علاج بھی مفید ثابت نہ ہوا کیونکہ اتنے بڑے مہر دے دیا ہے یا انہے معاف کر دیا ہے اسکی بھی مثالیں موجود ہیں اگر کوئی مکان وغیرہ نام کرا لیا تو بھی بیکار کیونکہ جب مرد عورت سے آنکھ پھیر لیتا ہے تو پھر مکان یا تھوڑی زمین کی پرواہ نہیں کرتا اگر وہ مکان چھوڑ بیٹھے تو کیا عورت مکان چاٹے گی۔ ایسے ہی اگر شوہر سے کچھ ماہوار تنخواہ لکھوالی تو اولاً تو وصول کرنا مشکل اگر شوہر غائب ہو گیا یا وہ غریب آدمی ہے تو کس طرح ادا کرے اور اگر تنخواہ ملتی بھی رہی تو جوانی کی عمر کیوں کر گزارے۔ دوستو! یہ سارے علاج غلط ہیں۔ اس کا صرف ایک علاج ہے، وہ یہ کہ نکاح کے وقت کابین نامہ شوہر سے لکھوا لیا جائے۔ کابین نامہ یہ ہے کہ ایک تحریر لکھی جائے جس میں شوہر کی طرف سے لکھا ہو کہ اگر میں لاپتہ ہو جاؤں یا اس بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کر کے اس پر ظلم کروں یا اس کے حقوق شرعی ادا نہ کروں وغیرہ وغیرہ تو اس عورت کو طلاق بائنہ لینے کا حق ہے۔ لیکن یہ تحریر نکاح کے ایجاب و قبول کے بعد کرائی جائے یا نکاح خواں قاضی ایجاب تو مرد کی طرف سے کرے اور عورت اس شرط پر قبول کرے کہ مجھ کو فلاں فلاں صورت میں طلاق لینے کا حق ہوگا اور مختار۔ پھر انشاء اللہ شوہر کسی قسم کی بدسلوکی نہ کر سکے گا اور اگر کرے تو عورت خود طلاق لے کر مرد سے آزاد ہو سکے گی۔ اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں اور یہ علاج بہت مفید ثابت ہوا۔ اس سے یہ مقصود نہیں کہ مسلمانوں کے گھر بگڑیں بلکہ میں یہ چاہتا ہوں بگڑنے سے بچیں۔ مرد اس ڈر سے عورتوں کے ساتھ بدسلوکی کرنے سے باز رہیں۔

دوسری ہدایت: پنجاب میں کاٹھیاواڑ میں طلاق کا بہت رواج ہے۔ معمولی سی باتوں میں تین طلاقیں دے دیتے ہیں اور ہندو محرروں سے طلاق نامہ لکھواتے ہیں جو اسلامی مسائل سے بالکل جاہل ہیں۔ پھر بعد میں پچھتا کر مفتی صاحب کے پاس روتے ہوئے آتے ہیں کہ مولوی صاحب خدا کے لئے کوئی صورت نکالیں کہ میری بیوی پھر نکاح میں آ جائے۔ میں چونکہ فتوؤں کا کام کرتا ہوں اس لئے مجھے ان واقعات سے بہت سابقہ پڑتا ہے پھر بہانہ یہ بناتے ہیں کہ غصہ میں ایسا ہو گیا۔ دوستو! طلاق غصہ میں ہی دی جاتی ہے، خوشی میں کون دیتا ہے۔ پھر یہ حیلہ کرتے ہیں کہ وہابیوں سے مسئلہ لکھاتے ہیں کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں، اس میں رجوع جائز ہے۔ دوستو! یہ حیلہ بہانہ بالکل بیکار ہے اگر تم وہابی کیا عیسائی آریہ سے بھی لکھوالاؤ کہ طلاق نہ ہوئی۔ کیا اس سے شرعی حکم بدل جائیگا، ہرگز نہیں (اس کی تحقیق کہ طلاقیں ایک ہوتی ہیں یا نہیں ہمارے فتاویٰ میں دیکھو جس میں اس مسئلہ کی پوری تحقیق کر دی گئی ہے اور مسلم کی حدیث سے جو دھوکا دیا جاتا ہے اس کو بھی صاف کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ اول تو طلاق کا نام ہی نہ لو، یہ بہت بری چیز ہے ابغض المباحات الطلاق اگر ایسا کرنا ہی ہے تو صرف ایک طلاق دو تا کہ اگر بعد کو دوبارہ نکاح کی گنجائش رہے اور ہمیشہ طلاق نامہ کسی عالم دین کی رائے سے لکھواؤ۔

☆☆☆

روزہ اور حیاتیاتی علوم

حکیم جمیل اصغر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالت روزہ میں خون پر اثرات: روزہ کی حالت میں مخصوص اوقات کے علاوہ چونکہ کچھ کھایا پیا نہیں جاتا، جبکہ محنت اور کام کاج سے توانائی صرف ہوتی رہتی ہے جیسا کہ سائنسی اصول ہے کہ جب مشینری چلے گی تو Feul تو استعمال ہوگا۔ اسی طرح جب توانائی استعمال ہوگی تو خون میں کمی بھی آئیگی۔ اور یہ اثر دل کو نہایت مفید استراحت مہیا کرتا ہے۔ اس میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ خلیات کے درمیان Intercellular مائع کی مقدار میں کمی کی وجہ سے دل کے ٹشوز پر دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ پٹھوں پر دباؤ یا عام فہم میں Diastolic دباؤ دل کے لئے نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ روزے کے دوران پٹھوں پر دباؤ ہمیشہ کم سطح پر جاتا ہے یعنی اس صورت میں دل مکمل طور پر آرام کی حالت میں ہوتا ہے۔

آج کے دور میں ہر شخص ماڈرن زندگی کے مخصوص حالات کی بدولت شدید دباؤ یعنی Hypertension اور Tension سے متاثر ہے۔ جس کا کامل علاج اور شفایابی کا راز روزے میں مضمر ہے۔ رمضان المبارک کے ایک ماہ کے مسلسل روزے بطور خاص 'پٹھوں کے دباؤ' کو کم کر کے انسان کو بے شمار فوائد پہنچاتے ہیں۔ روزے کا سب سے اہم اثر 'دوران خون' پر اس پہلو سے ہے کہ دیکھا جائے کہ اس سے شرائن (Artries) پر کیا اثر ہوتا ہے۔ یہ ایک عام فہم حقیقت ہے کہ شرائن کی کمزوری کی اہم ترین وجوہات میں سے ایک وجہ خون میں باقی ماندہ مادے (Remnants) کا پوری طرح تحلیل نہ ہوسکنا ہے۔ جبکہ دوسری بات روزے میں بطور خاص افطار کے وقت خون میں موجود غذائیت کے تمام ذرات تحلیل ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس طرح خون کی شریانوں کی دیواروں پر چربی یا دیگر اجزاء کولیسٹرول وغیرہ جم نہیں پاتے۔ اس طرح شرائن سکڑنے سے محفوظ رہتی ہیں۔ چنانچہ موجودہ دور کی انتہائی پُر خطر امراض جس میں شریانوں میں دیوار کی سختی (Arteriosclercsis) نمایاں ترین ہے، سے بچنے کے لئے روزہ بہترین تدبیر ہے۔ چونکہ روزے کے دوران گردے جنہیں دوران خون کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے۔ آرام کی حالت میں ہوتے ہیں تو انسانی جسم کے اس عضو رئیس کی بحالی بھی روزے کی برکت سے بحال ہو جاتی ہے۔

روزہ اور خون کی تشکیل: خون ہڈیوں کے گودے میں تشکیل پاتا ہے۔ جسم انسانی کو جب خون کی ضرورت ہوتی ہے تو ایک خود کار نظام ہڈی کے گودے کو حرکت پذیر کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ انتہائی کمزور و نحیف لوگوں میں بھی یہ گودا بطور خاص سست حالت میں ہوتا ہے۔ روزے کے دوران جب غذائی مادے کم ترین سطح پر ہوتے ہیں Bone Merrow حرکت پذیر ہو جاتا ہے۔ اس طرح کمزور و لاغر لوگ روزہ رکھ کر با آسانی اپنے اندر زیادہ خون پیدا کر سکتے ہیں۔

خلیہ (سیل) پر روزہ کا اثر: روزے کا سب سے اہم اثر خلیوں (Cells) کے اندر سیال مادوں کے درمیانی توازن کو برقرار رکھنا ہے۔ چونکہ روزہ کے دوران مختلف سیال مقدار میں کم ہو جاتے ہیں۔ خلیوں کے عمل میں بڑی حد تک سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح لعاب دار جھلی کا بالائی سطح سے متعلق خلیے جو جسم کی رطوبت کے متواتر اخراج کے ذمہ دار ہوتے ہیں ان کو بھی صرف روزہ کے ذریعے ہی بڑی حد تک آرام و سکون ملتا ہے۔ جس

کے باعث ان کی صحت مندی میں اضافہ ہوتا ہے۔
خلیوں کے علم کے نکتہ نظر سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ لعاب بنانے والے غدود (Pituitary Glands) گردن کے غدد تیمویہ (Thyriod Glands) اور لبلبہ (Pancreas) کے غدود شدید بے چینی سے ایسے مواقع کے منتظر ہوتے ہیں۔ جو انہیں استراحت مہیا کر سکتے اور مزید کام کے لئے اپنی توانائیوں کو جلا بخشتے تاہم یہ استراحت اور سکون روزے کی حالت میں ہی میسر آ سکتا ہے۔
روزہ کے معدہ پر اثرات: روزہ کی حالت میں انسانی معدہ پر ازحد مفید اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ روزہ کی بدولت معدہ سے مترشح ہونے والی رطوبات متوازن ہو جاتی ہیں اور روزہ کے سبب معدہ میں تیزابیت (Acidity) جمع نہیں ہوتی۔ اگرچہ عام قسم کی بھوک سے اس تیزابیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ چونکہ روزہ کے دوران معدہ کے اعصاب و رطوبات پیدا کرنے والے خلیے رمضان کے مہینے میں آرام کی حالت میں چلے جاتے ہیں اور ایک صحت مند معدہ افطار کے بعد زیادہ کامیابی سے ہضم کرنے کا کام سرانجام دیتا ہے۔
روزہ کے آنتوں پر اثرات: روزہ آنتوں کو آرام اور توانائی فراہم کرتا ہے۔ یہ صحت مند رطوبت بننے اور معدہ کے پٹھوں کی حرکت سے ہوتا ہے۔ آنتوں کی شرائین کے غلاف کے نیچے Endothelium محفوظ رکھنے والے Immune System کا بنیادی عنصر موجود ہوتا ہے جیسے انتڑیوں کا جال۔ روزے کے دوران ان کو نئی توانائی اور تازگی حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح روزہ دار ان تمام بیماریوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں جو ہضم کرنے والی نالیوں پر ہو سکتے ہیں۔
روزہ اور نظام عصاب: کچھ لوگوں میں بحالت روزہ چڑچڑا پن بے چینی اور کسل مندی بڑھ جاتی ہے جس کا عصبی نظام (Nervous System) سے قطعی کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ایسی صورتحال ان انسانوں کے اندر انانیت (Gotistic) یا طبیعت کی سختی کی بنا پر ہوا کرتی ہے۔ اس کے برعکس روزہ کے دوران Nervous System بالکل آرام و سکون کی حالت میں ہوتا ہے۔ عبادات کی بجا آوری سے حاصل شدہ تسکین ہماری تمام کدورتوں اور غصہ کو دور کر دیتی ہے۔ اس سلسلے میں زیادہ خشوع و خضوع اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے سرنگوں ہونے کی وجہ سے ہماری پریشانیاں اور اضطرابی کیفیت تحلیل ہو کر ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرح عصر حاضر کے شدید مسائل جو اعصابی صورت میں ہوتے ہیں (عصبی امراض) کامل طور پر ختم ہو جاتے ہیں۔ روزہ کے دوران چونکہ روزہ دار کی جنسی خواہشات علیحدہ ہو جاتی ہیں اس وجہ سے عصابی نظام پر منفی اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ روزہ اور وضو کے مشترکہ اثرات سے جو مضبوط ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے اس سے دماغ میں دوران خون کا بے مثل توازن قائم ہو جاتا ہے۔ جو صحت مندی اور عصبی نظام کی (صحت) کی نشاندہی کرتا ہے۔ اندرونی غدد کو جو استراحت میسر آتی ہے وہ پوری طرح اعصابی نظام پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جو روزہ کا اس انسانی نظام پر ایک احسان ہے۔ انسانی تحت الشعور جو رمضان کے دوران عبادات اور مہربانیوں کی بدولت صاف شفاف اور تسکین پذیر ہو جاتا ہے اور عصبی نظام پر خوشگوار اثرات مرتب کر کے ذہنی تناؤ اور اضطراب کو دور کرنے میں مدد دیتا ہے۔
روزہ کے جگر پر اثرات: دیگر اعضاء کی طرح روزہ جگر پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ آیئے...... اب سائنسی تناظر میں دیکھیں اور تجزیہ کریں کہ فی الواقع روزہ Liver Function پر اثر انداز ہو کر انسانی جسم پر کیا اثرات چھوڑتا ہے۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ روزہ جگر پر محیر العقول حد تک اثر انداز ہوتا ہے۔ چونکہ جگر کے تغذیہ کے علاوہ مزید پندرہ عوامل ہیں۔ بالآخر یہ تھکن کا شکار ہو جاتا ہے۔ جس طرح ایک چوکیدار ساری عمر کے لئے پہرے کیلئے کھڑا ہو۔ اسی وجہ سے صفرا کی رطوبت (Bile) جس کا اخراج ہاضمہ کے لئے ہوتا ہے۔ مختلف مسائل پیدا کرتا ہے اور دیگر اعمال پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔
دوسری جانب روزہ کے ذریعے جگر کو چار پانچ گھنٹوں کے لئے استراحت میسر آتی ہے جبکہ یہ استراحت بغیر روزہ کے ممکن نہیں۔ کیونکہ بہت ہی معمولی خوراک یہاں تک کہ ایک گرام کے دسویں حصہ کے برابر بھی اگر معدہ میں داخل ہو جائے تو پورے نظام ہضم کا کمپیوٹر اپنا کام شروع کر دیتا ہے اور جگر فوری مصروف عمل ہو جاتا ہے۔ سائنسی نکتہ نظر سے یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ اس آرام کا وقفہ ایک سال میں تقریباً ایک ماہ تو ہونا چاہئے۔
جدید دور کا انسان جو اپنی زندگی کی غیر معمولی قیمت مقرر کرتا ہے متعدد طبی معائنوں کے ذریعے اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگتا ہے لیکن اگر جگر

کے خلیہ کو قوت گویائی حاصل ہوتی تو وہ ایسے انسان سے کہتا مجھ پر ایک عظیم احسان تم روزے کے ذریعے ہی کر سکتے ہو۔ جگر پر روزہ کی برکات میں ایک وہ ہے جو خون کے کیمیاوی عمل پر اثر اندازی سے متعلق ہے۔ جگر کے انتہائی مشکل کاموں میں سے ایک کام اس کا توازن برقرار رکھنا بھی ہے۔ جو غیر ہضم شدہ خوراک اور تحلیل شدہ خوراک کے درمیان ہوتا ہے یا پھر خون کے ذریعے اس کو ہضم ہو جانے کے عمل کی نگرانی کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ روزہ کے ذریعے جگر توانائی بخش کھانے کے سٹور کرنے کے عمل سے بڑی حد تک آزاد ہو جاتا ہے۔ اس طرح جگر اپنی توانائی خون میں Globulin جو جسم کو محفوظ رکھنے والے نظام کو تقویت دیتا ہے کی پیداوار پر صرف کر سکتا ہے۔ روزے کے ذریعے گلے اور خوراک کی نالی کو جو بے حد حساس ہیں جو آرام نصیب ہوتا ہے، اس تحفہ کی قیمت کوئی ادا نہیں کر سکتا۔ اس سائنسی تحقیق کے پیش نظر ڈاکٹر ہلوک نور باقی لکھتے ہیں کہ ''وہ دن بھی آئے گا جب پوری دنیا روزہ رکھے گی۔ (روحانی ڈائجسٹ فروری ۱۹۹۵)

روزہ اور خون کے کیمیائی اجزاء: ڈھاکہ میڈیکل کالج کے پروفیسرز نے فروری ۱۹۶۲ء میں روزہ دوروں اور غیر روزہ داروں کے گروپوں میں تقابلی تجربات کیے اور روزہ کے اور روزہ کے Blood Chemistry پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، محققانہ انداز میں تجزیاتی اور سائنٹیفک رپورٹ تیار کی جس کے کچھ نکات حسب ذیل ہیں۔ اس تحقیق سے قبل ان پروفیسرز نے ایک سوال نامہ تیار کیا تا کہ ان کی روشنی میں ان سوالات کے عملی جوابات حاصل کیے جا سکیں۔

سوالنامہ: ☆......روزہ داروں میں دن کے آخری حصے میں چستی اور پھرتی باقی نہیں رہتی اس کی کیا وجہ ہے؟

☆......روزہ کی حالت میں کیا Blood Sugar Level میں کمی تو نہیں آ جاتی؟

☆...... روزہ دار کے قلب کے افعال پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

☆......لعاب دار رطوبت معدہ کی پیداوار پر روزہ کے کیا اثرات ہوں گے؟

تحقیق و جستجو: تجرباتی طور پر رمضان سے ایک ہفتہ قبل ۲۵ سال سے ۶۵ سال تک کی عمر کے خواتین و حضرات کے خون کے ٹیسٹ لے کر اپنے تحقیقی سفر کا آغاز کیا اور خون پر PVC-ESR اور Blood Serium میں پوٹاشیم کی موجودگی، قلب (ECG) پر روزہ کے اثرات، بحالت روزہ Blood Chemistry پر اپنی تحقیق شروع کی۔

خون کے کیمیائی تغیرات: خون کا ای ایس آر یا بالفاظ دیگر اس میں خون کے سرخ ذرات Red Blood Corpocells کے تہہ نشین ہونے کی شرح میں کمی بیشی کسی نہ کسی مرض کی نشاندہی کرتی ہے۔ اوسطاً RBC کی تہہ نشینی کی شرح ہر انسان میں 05MM تا 15MM ہوا کرتی ہے۔ ESR کی زیادتی کے معنی خون میں Glubulin-Fibrogen اور Albumin کی کمی ظاہر کرتی ہے جبکہ روزہ داروں کے خون کے Potassium میں کمی بیشی نہیں پائی گئی۔

رطوباتِ معدہ (غیر روزہ داروں میں)	☆ ہائیڈروکلورک ایسڈ (HCL) 30 ملی لٹر
☆: مجموعی معدی ترشہ 17 ملی لٹر فی 100 فی لٹر	☆: آزاد ترشہ (Free Acid) 20 سے 40 ملی لٹر فی 100 ملی لٹر
رطوبات معدہ (روزہ داروں میں):	☆: ہائیڈروکلورک ایسڈ (HCL) افطاری کے وقت NIL

☆ لعاب معدہ (pepticmucus) نارمل

نتائج: ☆ چونکہ RBC میں کوئی ٹوٹ پھوٹ نہیں ہوتی۔ اس لئے ESR نارمل رہا۔

☆ چونکہ RBC کی طاقت اور تولید میں فرق نہیں آیا اس لئے PVC نارمل رہا۔

☆ چونکہ خون کے رقیق مادوں میں Potassium کی موجودگی متاثر نہیں ہوتی اس لئے جسمانی طاقت برقرار رہی۔

☆ چونکہ نمک خوردنی کی پیداوار میں کوئی کمی نہیں ہوئی اس لئے صحت پر کوئی اثر پڑا۔

......☆......

''ہمارا اصول یہ ہے کہ ہمارا کوئی اصول نہیں''

''قومی ومذہبی سیاستدانوں کا ایک ایسا اصول جس نے مصلحت کوشی، چاپلوسی اور ابن الوقتی کی بنیاد ڈالی''

''آج اُمت مسلمہ کے درست ہونے کیلئے حکام اور علماء کا درست ہونا بہت ضروری ہے''

تحریر:۔ محمد احمد ترازی (کراچی)

عام طور پر ہر معاشرے میں دو طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں، ایک وہ جن کی زندگی اصول، قاعدوں اور ضابطوں کے گرد گھومتی ہے اور دوسرے وہ جن کی زندگی میں اصول قاعدوں اور ضابطوں کی کوئی حیثیت واہمیت نہیں ہوتی، بااصول لوگ بااصول زندگی گزارتے ہیں، وہ کبھی بھی بے اصولی، دھوکہ دہی اور منافقت سے سمجھوتہ نہیں کرتے، ہمیشہ ظالم وجابر اور کفر طاغوت کے خلاف کلمہ حق بلند کرتے ہیں، وقت انہیں اہل عزیمت کے نام سے یاد کرتا ہے، تاریخ اُن کے اوراق زندگی محفوظ رکھتی ہے تاکہ آنے والے زمانے اور نسلیں اُن کی روشن بااصول اور قابل تقلید زندگی کو مشعل راہ بنائیں، اسی طرح بے اصول لوگ بھی تاریخ کا حصہ بنتے ہیں، تاریخ اُن کی بے اصولی، ابن الوقتی اور موقعہ شناسی کو نشان عبرت اور ننگ دین ننگ وطن کے طور پر محفوظ رکھتی ہے، جہاں ایک کو عزت، مرتبہ اور مقام ملتا ہے وہیں دوسرے کو ذلت، ملامت اور لعنت نصیب ہوتی ہے، جہاں ایک اچھائی، اصول پسندی اور بہادری کی علامت قرار پاتا ہے، وہیں دوسرا، جھوٹ، فریب اور منافقت کی نشانی کے طور پر یاد رکھا جاتا ہے، یوں تو دنیا میں بطور عادت سچ بولنے والے بہت لوگ ہوتے ہیں لیکن جان ومال کی آزمائش کے وقت کلمہ حق کہنے والے اس قدر قلیل تعداد میں ہوتے ہیں کہ ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے، درحقیقت حق کے راستے پر گامزن انسان کا حقیقی امتحان ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی، جائیداد، اولاد اور آبرو کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایک ظالم وجابر حکمران کے سامنے کس قدر ثابت قدمی کے ساتھ کلمہ حق زبان پر لاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ شدید خطرات میں سر پر لٹکتی تیغ بے نیام کے نیچے حق بلند کرنے والے لوگ ہی عالم انسانیت کے ہیرو قرار پاتے ہیں، مرحلہ دار ورسن کے سامنے بڑے بڑے بہادروں اور حوصلہ مندوں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں، گردن کے نزدیک پھانسی کا پھندا دیکھ کر رستموں اور سہرابوں کے پاؤں ڈگمگانے لگتے ہیں، کیونکہ یہ امتحان جسمانی قوت کا نہیں، ایمانی طاقت کا ہوتا ہے اور یہ ایمانی طاقت وجرأت دنیا میں بہت ہی کم لوگوں میں پائی جاتی ہے، ہماری تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں، جس میں لوگوں کو دین میں محنت اور ایمان میں ترقی کا درس مقرر دینے والے عالم، واعظ اور ناصح، قاہر اور جابر سلطان کی ایک نگاہ غضب آلود کی تاب نہ لاسکے اور اپنی بے ہمتی کا جواز تخلیق کرنے کیلئے اُس ظالم حکمران کے حق میں تاویلیں تلاش کرتے رہے، فتوے دیتے رہے اور مصلحت اور تقیہ کو دین کا ایک لازمی جزو قرار دیتے رہے، تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ شراب وشباب کی لذت آفریں مسرتوں میں ڈوبے رہنے والے بادشاہوں اور آمروں کو ''عالم پناہ، ظل سبحانی، محافظ دین وملت، مرد مومن، مرد آہن، نقیب کلمہ حق اور محافظ وطن وجمہوریت وغیرہ کے القاب عطا کرنے والے بھی بعض اوقات قاضی وقت، مفتی یا اور صاحب جبہ ودستار ہی تھے، حضرت شیخ سعدی اپنی کتاب ''گلستان'' میں ایک بہت ہی خوبصورت حکایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ایک بادشاہ نے اپنے درباریوں سے کسی مسئلے پر رائے طلب کی، چنانچہ ہر شخص نے پوری ایمانداری سے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا، سب کی رائے سننے کے بعد بادشاہ نے بھی اُس مسئلے پر اپنی رائے دی، جس پر وزیر نے فوراً ہی بادشاہ کی رائے کی تائید کرتے ہوئے اُسے

درست قرار دے دیا، حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ بادشاہ کی رائے کی اصابت مشکوک ہے، دربار برخاست ہونے کے بعد لوگوں نے وزیر سے پوچھا کہ یہ جاننے کے باوجود کہ بادشاہ کی رائے غلط ہے، تم نے بادشاہ کی رائے کی حمایت کیوں کی، وزیر نے درباریوں کو جواز پیش کرتے ہوئے کہا کہ "جو لوگ بادشاہ سے اختلاف کرتے ہیں، وہ اپنے ہی خون میں ہاتھ دھوتے ہیں" گویا مطلب یہ تھا کہ اگر بادشاہ دن کو رات کہے تو عقلمند آدمی کو چاہیے کہ وہ فوراً بادشاہ کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہے کہ "حضور والا دیکھیں آسمان پر چاند بھی نکلا ہوا ہے اور ستاروں بھری کہکشاں بھی موجود ہے، یہ مصلحت کوشی اور حکمرانوں کی چاپلوسی اور کاسہ لیسی کی وہ بیماری تھی جس میں ہمیشہ ہی اہل ہوس مبتلا نظر آئے، اسلام میں مصلحت اندیشی اور کتمان حق کا مرض کب شروع ہوا اور اہلیان جبہ و دستار میں اس مرض میں کب گرفتار ہوئے، اس بحث و مباحثہ میں جائے بغیر اتنا بتانا ضروری ہے کہ مسلمانوں میں تقیہ اور مصلحت گزینی کا رواج عربوں کے اہل ایران کے ساتھ میل جول اور اختلاط کا نتیجہ تھا، جس کے اثرات سیدنا عمر فاروقؓ کے زمانے ہی میں نظر آنے شروع ہو گئے تھے، غلبہ اسلام کے باوجود ایرانیوں کا واضح جھکاؤ اپنے بادشاہ کی طرف ہی رہا، جبکہ اہل عرب اطاعت امیر میں غلو کے قائل نہیں تھے، حکمران پرستی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک حکمران کو تو اپنی عوام پر تمام حقوق حاصل ہو گئے، لیکن رعیت کے پاس صرف حکمرانوں کے فرائض کی تابعداری کرنے کے سوا کوئی کام باقی نہیں بچا، چنانچہ جھوٹ، دغا اور خوشامد کے کلچر نے معاشرے میں رواج کا درجہ حاصل کر کے ملت اسلامیہ میں ابن الوقت اور بے اصول لوگوں کو پروان چڑھایا اور ایک ایسے طبقے کی بنیاد پڑی، جس نے اپنا اصول ہی یہ بنالیا کہ "ہمارا اصول یہ ہے کہ ہمارا کوئی اصول نہیں" چنانچہ اسلام کی ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخ میں یہ لوگ کتمان حق کے سنگین جرم کے مرتکب ہوتے رہے اور یہ لوگ رعیت کی آزادی اظہار اور آزادی فکر کو کچل کر ملت کی اخلاقی تخریب بھی کرتے رہے، قابل شرم بات یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر حضرات نے اپنے انفرادی سیاسی خیالات کی تصدیق اور مادی آسائشوں کے حصول کیلئے ہمیشہ قرآن و حدیث کی تعبیر کا سہارا لیا، عہد بنو امیہ سے آغاز ہونے والی اس روایت نے برصغیر پاک و ہند میں شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر اور بہادر شاہ ظفر تک اور پھر انگریز سرکار سے لے کر پاکستان کی تاحال تاریخ میں ایسے بے شمار لوگ موجود ہیں جنہوں نے درہم و دینار کے لالچ میں جبہ و دستار کا سودا کیا، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہر دور میں حکمرانوں کے ظلم و جبر اور مرضی و منشا کی تائید و حمایت میں قرآن و حدیث کو بطور تاویل استعمال کیا اور حق کے معاملات کو گدلانے کیلئے گمراہ کن فتوے دے کر مسلمانوں کو آمروں کی ذہنی اور فکری غلامی کی راہ پر لے جانے کی ناپاک کوشش کی اور آج بھی کوشش دین اور مذہبی سیاست کے نام پر زور و شور سے جاری ہے، ویسے تو لالچ، مفاد پرستی اور دنیاوی عزت و تکریم کیلئے پروان چڑھنے والا یہ رویہ ہمیں اپنے معاشرے میں عام نظر آتا ہے، لیکن ایک عام آدمی کے مقابلے میں طبقہ خواص اور سیاستدان اس میں زیادہ مبتلا نظر آتے ہیں، یہ درست ہے کہ ہر معاشرے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کی زندگی میں اصول قاعدے اور ضابطوں کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا، وقت اور حالات کا بہاؤ یا اُن کی اپنی طبیعت کا میلان اور مادی لالچ و فوائد کا حصول انہیں جدھر چاہتا ہے، بآسانی بہا کر لے جاتا ہے، بالفاظ دیگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جدھر انہیں اپنا فائدہ نظر آتا ہے، وہ اُسی طرف کے ہو جاتے ہیں، زندگی میں اصول، قاعدوں اور ضابطوں سے محروم ہونے کی یہ بیماری عوام الناس سے زیادہ ملک کی اعلیٰ انتظامیہ، بیوروکریسی، سیاستدانوں اور بالخصوص مذہبی لبادوں میں ملبوس ان مذہبی لیڈروں میں زیادہ پائی جاتی ہے، جن کے لب صبح و شام اسلام اور اسلامی نظام کے نفاذ کی بات کرتے نہیں تھکتے، ان کی تمام سیاسی بصیرت، معاملہ فہمی اور دور اندیشی صرف اور صرف ذاتی فائدے اور ابن الوقتی پر مبنی ہوتی ہے، انہیں ان باتوں سے قطعی غرض نہیں ہوتی کہ دینی اور مذہبی سیاست کے اسرار و رموز کیا ہیں اور اصول و قاعدے کن تقاضوں اور قربانیوں کے متقاضی ہیں، ان تمام باتوں سے قطع نظر وہ حزب اختلاف میں رہ کر اقتدار کی سیاست کے گر جانتے ہیں، پارٹیاں بدلتے ہیں اور ہمیشہ اقتدار کے مزے لوٹتے ہیں، ہر حکومتی کولیشن کا حصہ ہو کر ہمیشہ حکومتی کارکردگی کو تنقید کا بھی نشانہ بناتے ہیں اور در پردہ حکومت اور حکومتی اقدامات کی تائید و حمایت جاری رکھ کر گھاٹے کا سودا بھی نہیں کرتے، سیاسی حوالوں سے ہمیشہ ان کی گفتگو تحفظات اور ملک و قوم کو لاحق خدشات کے گرد گھومتی نظر آتی ہے، لیکن درحقیقت یہ تمام تحفظات اور خدشات اپنے ذاتی مفادات کے دائروں کے گرد گھوم رہے ہوتے ہیں، ہر

دور میں اقتدار کے مزے لوٹنا اور مراعات یافتہ عہدوں کا حصول ان کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے، یہ کوچہ سیاست کے یہ وہ مسافر ہوتے ہیں جن کا قول وفعل، کردار وعمل اور شخصیت ہمیشہ ہی متنازعہ اور ابن الوقتی کی مظہر ہوتی ہے، درحقیقت یہ لوگ سیاستدانوں کے اس قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں جو ہار کر بھی جیت جانے کا ہنر جانتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں جبہ ودستار کی آڑ میں ذاتی مفاد ومنفعت کو اپنا مطمع نظر بنالیا اور ایک سچے اصول پسند مسلم رہنماء کے اسلامی تشخص کو شدید نقصان پہنچایا، قول وعمل کے اسی تضاد نے عوام کو ان سے نہ صرف دور کردیا بلکہ مذہبی لیڈروں اور نام نہاد مذہبی جماعتوں پر سے ان کا اعتماد وبھروسہ بھی اٹھ گیا ہے اور آج قوم کسی طور بھی ان نام نہاد مذہبی رہنماؤں پر بھروسہ کرنے کو تیار نہیں جو ہر حاکم وقت کا ساتھ دینے کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معاشرے میں علماء نمک ہیں، نمک سے ہر چیز خوش ذائقہ ہوتی ہے، لیکن جب نمک ہی بدمزہ ہو جائے تو کون سی چیز درست رہ سکتی ہے۔'' آج ہمارے تمام معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور سیاسی مسائل اور قومی تنزلی کا اصل سبب ہی یہ ہے کہ ہمارے حکمران، سیاستدان اور مذہبی رہنماء اچھے نہیں، اگر یہ درست ہوتے تو ملک وقوم کے تمام معاملات اور مسائل بھی درست ہوتے، سچ فرمایا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے کہ ''میری امت کے دو آدمی'' حکام اور علماء'' ٹھیک رہے تو امت بھی ٹھیک رہے گی۔''

☆☆☆

فخر ملت والدین حضرت العلام جناب منشا تابش قصوری صاحب مدظلہ العالی کا نوازش نامہ

محترم المقام حضرت مولانا ممنون آسوی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی، کئی ماہ بعد آپ کا تحفہ ''حضور ﷺ کے والدین کریمین'' وصول پایا۔ دیکھتے ہی سکون قلب نصیب ہوا۔

نباض وقت، محسن ملت، مخدوم اہل سنت، فنافی الشیخ حضرت مولانا پیر الحاج محمد حسین صاحب آسی علیہ الرحمۃ والرضوان کی یہ تصنیف لطیف صوری ومعنوی خوبیوں کا مرقع اور دلائل وبراہین سے مرصع ہے۔ ''ان اللہ یحب المحسنین'' بے شک اللہ تعالیٰ محسنین سے محبت فرماتا ہے۔ صرف اسی آیت شریف ہی کو سامنے رکھا جائے تو ساری کائنات ان محسنین ''حضور ﷺ کے والدین کریمین'' کے احسان کا ہی شکریہ ادا نہیں کرسکتے۔ جنہوں نے تمام جہانوں کا رحمۃ للعلمین ﷺ ایسا محسن اعظم عطا کیا۔

بدبخت اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جو، جس ہستی مقدس کا کلمہ پڑھ کر اس کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنھما کے بارے میں بکتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے تو ہدایت کی دعا بھی اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی ناراضگی کا باعث بن جائے گی۔ لہٰذا ایسے خشاء کے لئے ہدایت کی دعا بھی نہ مانگی جائے۔ بہر حال ایسی ایمان افروز کتابوں کی اشاعت فی زمانہ بہت بڑا جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ ﷺ آپ حضرات کی مساعی جمیلہ کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

رفقائے ادارہ سے سلام مسنون

فقط والسلام مع الاکرام

خیر اندیش تابش قصوری مرید کے

☆☆☆

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

علامہ غلام مصطفےٰ مجددی صاحب (ایم اے علوم اسلامیہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت علی امیر المومنین، تاجدار حل اتی، برادرِ مصطفیٰ سیدنا علی المرتضےٰ شیرِ خدا حضور سرورِ کونین ﷺ کے چچا ابو طالب کے لختِ جگر تھے۔ جب حضور ﷺ نے توحید ورسالت کی تبلیغ شروع کی تو آپ ابھی نابالغ تھے، آپ نے فوراً حضور ﷺ کی دعوت خیر کو قبول کیا اور اشاعت اسلام میں مگن ہوگئے۔ آپ نابالغ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے (ازالۃ الخفاء از شاہ ولی اللہ دہلوی) تربیت صالحہ ہونے کی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں بھی آپ پاک دامن رہے۔ دعوتِ ذو العشیر میں آپ شریک تھے۔ آپ نے بڑے بڑے سرداران قریش کی موجودگی میں پیغمبر برحق کا ہر حال میں ساتھ دینے کا عزم کیا۔ چنانچہ تمام عمر حضرت علی رسول اللہ ﷺ کے جانباز رفیق رہے۔ اور اسلام کی راہ میں بڑی بڑی مشقتیں اٹھائیں اور کارنامے سرانجام دیئے۔ شعب ابی طالب میں آپ محصور ہوئے اور راہ حق پر بھوک اور پیاس کی اذیت بھی برداشت کی۔ ہجرت کی رات جب کفار مکہ دندناتے پھر رہے تھے، آپ "بستر نبوت" پر آرام فرماتھے۔ جان کا خطرہ سر پر منڈلا رہا تھا، اگر آپ کے ایمان اور محبت رسول کا عالم یہ تھا کہ فرماتے ہیں کہ اس شب میں جتنی میٹھی نیند سویا، زندگی میں کبھی نہیں سویا۔ (ائمہ اہل بیت ۳۶ از محمد جمیل) سن ۲ ہجری میں آپ کا نکاح سیدۃ النساء حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا۔ اس میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کوشش کو بھی داخل تھا۔ جیسا کہ شیعہ کتب میں درج ہے مثلاً "شیخ طوسی سند معتبر از حضرت امیر المومنین علیہ السلام روایت کردہ است کہ

نزس من آمد ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) و گفتند کہ چرابہ نزد حضرت رسول نمی روی فاطمہ را خواستگاری نمائی پس رفتم بخدمت آنحضرت.

ترجمہ: شیخ طوسی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت (سند معتبر) کی کہ میرے پاس حضرت ابوبکر وعمر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم حضور ﷺ کے پاس حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رشتہ مانگنے کیوں نہیں جاتے۔ چنانچہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ (جلاء العیون ۱۲۰ از ملا مجلسی)

حضور رسالتماب ﷺ نے آپ کی درخواست قبول فرمائی۔ آپ نے غزوہ بدر، غزوہ خندق، خیبر وحنین وغیرہ میں اپنی بے مثال بہادری کے جوہر دکھائے۔ خلفائے ثلاثہ کے زمانے میں مشیر اعلیٰ کا کام سرانجام دیتے رہے۔ خلفائے ثلاثہ آپ کے مشوروں کا از حد احترام فرماتے تھے۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیت المقدس تشریف لے گئے تو آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ بعض شیعہ حضرات کا خیال ہے کہ حضرت امیر تاحیات خلفاء ثلاثہ سے ناراض رہے۔ ان کے نزدیک اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے ان کے ادوار حکومت میں نہ جہاد میں حصہ لیا اور نہ ان کے کاروبار حکومت میں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس وہم کو جمہور محققین و مورخین نے تسلیم نہیں کیا۔ یہ سراسر تاریخ کے خلاف ہے حقیقت یہ ہے کہ

''حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ خلافت میں حضرت علی المرتضیٰ نے اسلام کی بے بہا خدمات انجام دیں، ہر نازک موقعہ پر اسلام کی مدافعت کے لئے سینہ سپر رہے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے عہد خلافت میں قریباً تمام اہم ملکی و قومی معاملات میں آپ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ (حضرت علی ابن ابی طالب ۶۴ از ارحان سرحدی)

حضرت علی المرتضیٰ کا باقاعدہ جہاد کے لئے نہ نکلنا اس لئے تھا کہ آپ جیسے معاملہ فہم مدبر اور دور اندیش انسان کا دارالخلافت میں ہمہ وقت موجود ہونا بہت ضروری تھا۔ تاہم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعض شورشوں کے دبانے پہ مامور فرمایا چنانچہ آپ نے بڑی کامیابی سے اپنا فرض انجام دیا'' (ایضاً)

ارسل علی علیه السلام ابنه الحسن علیه السلام مع جیوش المسلمین وولا عمر الفاروق فی جیش من جنوده امیر و فتح الله الفارس

ترجمہ: حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت حسن علیہ السلام کو مسلمانوں کے لشکر کے ہمراہ روانہ کیا اور عمر فاروق نے ان کو اپنے لشکروں میں سے ایک لشکر کا امیر بنایا اور اللہ تعالیٰ نے فارس فتح کر دیا۔ (مشجر الاولیاء ۲۴ از سید نور بخش قستانی)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۴ ذوالحجہ ۳۵ تا ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ خلافت پر فائز رہے۔ آپ کا پانچ سالہ دور خلافت مصائب و آلام کا دور تھا مسلمانوں کی آپس کی چپقلش نے آپ کو سکون سے حکومت نہ کرنے دی۔ جنگ جمل ۳۶ ہجری، جنگ صفین ۳۷ ہجری میں ہزاروں صحابہ کرام اور دیگر مسلمان کام آئے۔ مگر ان مشکلات کے باوجود آپ نے خلفائے ثلاثہ کے عدل و انصاف، خلافت راشدہ کے اصول وضوابط اور دیرینہ روایات کو ختم نہ ہونے دیا۔ جیسا کہ آپ کی سیرت طیبہ سے روایت ہے ان جنگوں کے بارے میں جمہور اہل سنت والجماعت کا وہی عقیدہ ہے جس کی حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ترجمانی فرمائی۔ حضرت علی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی لڑائیں ہوئیں۔ ان میں حضرت علی حق پر تھے اور یہ حضرات خطا پر، لیکن وہ خطا عنادی نہ تھی بلکہ خطائے اجتہادی تھی۔ مجتہد کو اس خطائے اجتہادی پر بھی ایک ثواب ملتا ہے۔ ہم کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ محبت رکھنے اور سب کی تعظیم کرنے کا حکم ہے جو کسی صحابی کے ساتھ بغض وعداوت رکھے وہ بدمذہب ہے'' (مکتوبات جلد اول ۳۶۶)

جنگ نہروان میں خوارج کو عبرت ناک شکست ہوئی وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کی سازش کرنے لگے۔ آپ کے علاوہ حضرت امیر معاویہ، حضرت عمرو بن العاص بھی خوارج کی نظروں میں تھے۔ موخر الذکر تو بچ گئے لیکن حضرت علی المرتضیٰ ۴۰ ہجری کو ۱۷ رمضان المبارک کے دن صبح کی نماز کے وقت جامع مسجد کوفہ کی طرف جا رہے تھے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم اور شیب بن بجرہ خارجی نے زہر سے بجھی ہوئی تلوار سے حملہ کر دیا۔ آپ نے آواز دی تو لوگ دوڑے آئے انہوں نے عبدالرحمٰن ملجم کو گرفتار کر لیا جب کہ شیب بن بجرہ بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

زخم کاری تھا، زہر جسم اقدس میں اثر کر چکا تھا۔ آپ ۲۰ رمضان المبارک کی شب یک شنبہ وصال فرما گئے۔ حضرت امام حسن نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (ان للہ و انا الیه راجعون)

اوصاف وخصائل: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت طیبہ ہر دور کے مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے ذیل میں ہم آپ کے اوصاف وخصائل، سیرت وکردار اور انداز حیات کو مستند روایات کی روشنی میں قلمبند کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

علم وفضل: آپ کے علم وفضل کی گواہی حضور فخر کائنات ﷺ نے ان مبارک الفظ میں دی ہے۔ **انا مدینة العلم و علی بابھا۔** میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے (جامع ترمذی شریف باب فضائل علی) ایک روایت میں ہے "میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے (مشکوٰۃ ۲۶۰،۳)

آپ حکیم العرب اور انتہائی خوش بیان تھے، لکھتے تو حسن تحریر سے کاغذ کے صفحہ پر چمن کھلا دیتے تھے۔ تقریر فرماتے تو علم وحکمت کے فردوس جگمگا اٹھتے تھے۔ آپ اقلیم ادب کے شہنشاہ، کائنات فصاحت کے تاجدار اور جہان فقہ کے شہریار تھے۔ آپ کی شاعری دم مسیحا کا جواب تھی، جس سے مردہ دلوں میں بہاریں جاگ اٹھتی تھیں۔ آپ عربی قواعد کے موجد تھے۔ (تاریخ اسلام ۴۴۹)

حضرت علی المرتضیٰ کو قرآن وفقہ پر یکساں ومکمل دسترس حاصل تھی۔ خلفائے ثلاثہ کے ادوار میں دیئے گئے مشورے اور کئے گئے علمی فیصلے آپ کے علم وفضل کا منہ بولتا ثبوت ہیں خلفائے ثلاثہ نے بھی ان کی علمی جلالت کا تہہ دل سے اعتراف فرمایا ہے حضرت فاروق اعظم کا مشہور قول ہے اگر علی نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا یا اے اللہ! مجھ پر ایسی سختی نازل نہ کر مگر کہ ابوالحسن میری داہنی طرف موجود ہوں؛ (ریاض النضرہ فی خصائل العشرہ)

تاجدار ولایت: حضرت علی المرتضیٰ فکر وعرفان کے شہنشاہ ہیں حضور داتا گنج بخش المتوفی ۴۶۵ھ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

تمام اولیاء اور اصفیاء کے پیشوا ابوالحسن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں ان کو تصوف میں شان عظیم اور مرتبہ بلند حاصل تھا اصول حقیقت میں اس قدر باریک نکتہ رس تھے حضرت جنید نے ان کی نسبت کہا اصول اور بلاکشی پر ہمارے پیر علی المرتضیٰ ہیں یعنی معاملت وعلم میں ہمارے امام ہیں (کشف المحجوب ۱۳۰ باب ۷) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

تمام سلاسل اولیاء حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں اور ان سلاسل کے اقطاب واوتاد کی روحانی تربیت کا فرض بھی آپ ہی سرانجام دیتے ہیں" (مکتوبات امام ربانی)

فرماتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ اپنی جسمانی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجا وماویٰ تھے جیسا کہ آپ جسمانی پیدائش کے بعد ہیں اور جس کو بھی فیض وہدایت اس راہ سے پہنچی ان کے ذریعے سے پہنچی۔

حضرت خواجہ محمد پارسا خلیفہ حضرت خواجہ نقشبند بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اگر آپ کو امن کے ساتھ خلافت کرنے کا موقع میسر آتا تو آپ اس (علم تصوف) کے بارے میں ایسی باتیں بیان کرتے جن کے متحمل ہمارے قلوب نہ ہو سکتے (حضرت علی ابن ابی طالب ۲۹۰) ان مقتدر اولیاء کرام کے ارشادات سے معلوم ہوا کہ آپ میدان فکر وعرفاں کے شہسوار ہیں۔"

زہد واستغنا: آپ سراپا زہد وتقویٰ، ورع واستغنا کی تصویر تھے آپ کو عالیشان محلات سے نفرت تھی کوفہ تشریف لائے تو دار الامارت کی بجائے ایک میدان میں فرد کش ہوئے اور فرمایا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ ان عالیشان محلات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا مجھے اس کی حاجت نہیں، میدان میرے لئے بس کافی ہے" (خلفائے راشدین ۱۳۵۷ از معین الدین ندوی)

گھر میں وہی سامان موجود تھا جو حضرت خاتون جنت جہیز میں لے کر آئی تھیں کئی کئی دن چولہانہ جلتا آپ کا کھانا نہایت سادہ ہوتا تھا۔ آپ کی نان جویں بہت مشہور ہے ایک بار آپ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا تو آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا:

تیری بو میں مہک، رنگ میں حسن اور ذائقہ میں لذت ہے مگر میں تیرا عادی نہیں ہونا چاہتا" (کنز العمال ۴۰۹ جلد ۶)

اوڑھنے کیلئے ایک چادر تھی۔ سر چھپانے تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں چھپاتے تو سر ننگا ہو جاتا'' (ازالۃ الخفاء از شاہ ولی اللہ دہلوی بحوالہ تاریخ اسلام ۴۴۸)
آپ کا ارشاد صوفیا کرام کیلئے تسکین جان ہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ اتنا کم کھائیں کہ بھوک سے ان کے پیٹ ہلکے رہیں، کم پئیں کہ پیاس سے ان کے پیٹ سوکھے رہیں اور خوف خدا سے اتنا روئیں کہ ان کی آنکھیں زخمی رہیں، (تاریخ تمدن اسلامی: ۳۷۴)

شان عبادت: آپ رات اور اس کی تنہائیوں سے مانوس تھے۔ رات نماز پڑھتے رہتے، بہت کم سویا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے حضرت بڑے روزہ دار اور عبادت گزار تھے'' عبادت کے دوران دنیا کو یوں مخاطب فرماتے۔

کیا میرے سامنے بن سنور کر آئی ہے، مجھ پر کمند ڈالتی ہے۔ دور ہو جا، دور ہو جا کسی اور کو فریب دے، میں تجھے ہمیشہ کیلئے الگ کر چکا ہوں، تیری عمر تھوڑی ہے، تیری مجلس حقیر ہے، تیری ہلاکت آسان ہے آہ زاد راہ کم ہے، سفر طویل اور راستہ اجاڑ ہے'' (تاریخ اسلام: ۴۴۸)

نماز میں اس قدر محویت ہوتی کہ لوگوں نے آپ کے جسم اطہر میں کھبا ہوا تیر نکال لیا مگر آپ کو خبر تک نہ ہوئی اور نہ درد محسوس کیا۔

اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

شجاعت و بسالت: بہادری تو آپ کی ضرب المثل ہے تاریخ اسلام آپ کی شجاعت و بسالت کی شہرۂ آفاق داستانوں سے مالا مال ہے بدر واحد میدان ہوں یا خیبر و حنین کی رزم گاہیں، خندق کا مرحلہ درپیش ہو یا نہروان کا عرصہ تیغ و تیر ہر جگہ پہ ہر مقام پر شمشیر ذوالفقار فتح و کامرانی کا نشان بن کر ابھری۔ عمرو بن عبدود کے ٹکڑے کئے مرحب کو واصل جہنم کیا، ولید اور شیبہ کی گردنیں اڑائیں کیا لکھوں کیا کہوں ہر طرف یہی کہا جا رہا ہے۔

لا فتی الا علی لاسیف الاذو الفقار

آپ کا نام حیدر بھی تھا، آپ بچپن سے ہی بہت بہادر اور شہ زور تھے۔ روایت ہے کہ آپ پنگھوڑے میں لیٹے ہوئے تھے کہ ایک اژدھا ادھر نکل آیا شیر خدا رضی اللہ عنہ نے جلدی سے سانپ کو کھلونے کی طرح پکڑ لیا اور زور سے دبایا کہ سانپ ہاتھوں میں ہی دم توڑ گیا۔ آپ کی والدہ نے آ کر دیکھا کہ ننھے حیدر کرار نے خوفناک سانپ کو ختم کر دیا تو فرمایا میرا بچہ تو شیر'' (مناقب الاصحاب الشیخ نجم الدین السقلانی)

آپ خود فرماتے ہیں:

انا الذی سمتنی امی حیدر ضرغام اجام ولیث قسورة

ترجمہ: میں وہ ہوں کہ میرا نام میری ماں نے شیر رکھا ہے اور میں وہ شیر ہوں جو چیر پھاڑ کر کے رکھ دیتا ہے۔

اندازہ کیجئے کہ جس شہ زور کے بچپن کا یہ عالم ہو اس کی جوانی کا کیا عالم ہوگا، جو کی روٹی کھا کر اتنا بہادر اور صاحب قوت استقلال ہونا ثابت کرتا ہے کہ بازوئے حیدر میں قوت ید اللہی کارفرما تھی۔ آپ کی تلوار (تقریباً) خلفائے ثلاثہ کے دور میں نیام میں رہی، جب باہر نکلی تو اس میں وہی چمک دمک تھی۔

عدل و انصاف: آپ کا دور خلافت خانہ جنگی کی لپیٹ میں آ گیا تھا مگر پھر بھی آپ نے عدل و انصاف کے انمٹ نقوش ثبت فرمائے ایک دفعہ اصفہان سے خراج کا مال آیا تو آپ نے اس کو سات حصوں میں تقسیم کیا ایک روٹی بچ گئی تو اسے بھی سات حصوں میں تقسیم کیا'' تاریخ کامل ۲۰۴)

''آپ ہر فیصلہ مکمل عدل وانصاف کے ساتھ فرماتے تھے'' (ازجح المطالب ۲۰۲)

آپ اپنے اعمال کا احتساب فرماتے حق دار کو اس کا حق جتنی جلدی ہوسکتا دلاتے تھے ایک بڑھیا نے آپ کے حضور ایک عامل کی شکایت کی تو آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا ''اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے اپنے عاملوں کو تیری مخلوق پر زیادتی کرنے کی اجازت نہیں دی'' پھر آپ نے اس عامل کو خط لکھا کہ ترازو اور پیمانے کو پورا رکھو اور لوگوں کی چیزیں مت گھٹاؤ'' آپ نے پھر تحقیق فرمائی جب وہ عامل غلط نکلا تو آپ نے اسے معزول کردیا (حضرت علی ابن ابی طالب ۲۶۴)

دشمن سے بھی حسن سلوک: دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا آپ کا وصف عظیم تھا اپنے دشمن کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آنا واقعی آپ کا کام تھا ابن ملجم کے بارے میں وصیت فرمائی کہ ''اس کو کھانا کھلاؤ دودھ پلاؤ'' اگر میں زندہ رہا تو معاف کرنے یا قصاص لینے مجھے اختیار ہو گا۔ اگر شہید ہوگیا تو اسے میرے ساتھ ملا دینا''۔

جنگ جمل میں جو لوگ بھاگ گئے تو آپ نے ان کیلئے فرمان جاری کیا کہ زخمیوں پر کوڑے نہ برسائے جائیں، مال غنیمت نہ لوٹا جائے، جو ہتھیار ڈال دے اسے امان دی جائے'' (اخبار الطوال:۱۶۱)

دوران مقابلہ ایک دشمن کا ستر ننگا ہوگیا تو آپ اسے چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے تاکہ اسے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے ایک دشمن نے آپ پر تھوک دیا تو آپ نے اسے معاف کردیا آپ خندہ رو اور خوش اخلاق بزرگ تھے۔

سخاوت: کوئی سوالی آپ کی بارگاہ سے خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔ امام شعبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں آپ تمام لوگوں میں سخی ترین تھے سخاوت اور کرم کو خدا کیلئے محبوب رکھتے۔ مدینہ المنورہ میں یہودیوں کے نخلستان میں محنت کرتے جو اجرت ملتی ناداروں اور بے کسوں میں بانٹ دیتے۔ (علی ابن ابی طالب ۲۶۶ بحوالہ مطالب السوال)

امانت و دیانت: ہجرت کی رات حضور ﷺ آپ کو تمام امانتیں سپرد کر کے مدینہ المنورہ کی طرف چلے گئے تو آپ نے صبح اٹھ کر امانتیں اہل افراد تک پہنچادیں، آپ کی ساری عمر دیانت کے حسین واقعات سے لبریز ہے۔ آپ کی تکلیفیں دیکھ کر آپ کے غلام نے بیت المال سے سونے چاندی کے کچھ برتن آپ کیلئے الگ کرلئے تو آپ نے فرمایا ''تیری ماں تجھ پر روئے تو میرے گھر کو اتنی بڑی آگ میں جھونک رہا ہے'' اور اسی وقت تمام برتن مسلمانوں میں بانٹ دیئے''۔ (کنز العمال: ۶/ ۴۹)

ضبط و حلم: روایت ہے کہ ایک بار آپ نے غلام کو آواز دی۔ وہ نہ آیا پھر آواز دی وہ اب بھی نہ آیا تیسری آواز پر بھی نہ آیا تو آپ اٹھ کر اس کے پاس گئے اور کہا ''اے لڑکے تو میری نہیں سنتا'' اس نے کہا ''ہاں سنتا ہوں مگر آپ کے حلم کے باعث سزا سے بے خوف ہوں آپ نے فرمایا جا میں نے تجھے اللہ کیلئے آزاد کیا۔ (احیاء العلوم از امام غزالی علیہ الرحمہ)

آپ بہت حلیم الطبع تھے ہمیشہ متبسم رہتے ناگوار بات سے بھی پیشانی مبارک پر شکن نمودار نہ ہوتی جب حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ الزاہرہ سلام اللہ علیھا کی شادی آپ سے کی تو فرمایا اے بیٹی! کیا تو راضی نہیں کہ میں تیرا نکاح اسلام میں مقدم ترین، علم میں ذہین اور حلم میں حلیم انسان سے کر رہا ہوں۔ الغرض آپ تواضع پسند، منکسر المزاج حق گو اور نہایت صابر وشاکر تھے، مصائب و آلام میں گھبرانا آپ نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

اوصاف علی بہ گفتگو ممکن نیست

گنجائش بحر در سبو ممکن نیست

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے والدین کریمین کی شان و عظمت کے بیان دلائل قاہرہ سے مزین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی قادری

شائع ہو گئی ہے

پبلشرز مکتبہ نقش لاثانی
محلہ نقش لاثانی نگر • شکر گڑھ
Tel: 0542-451997
Mob: 0300-7766223

Monthly
Mujallah **AL-HAQIQA**
September 2009
Reg.No. C.P.L.169

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جل جلالک
یا رب العلمین

علیک الصلوٰۃ والسلام
یا رحمۃ للعلمین

حضور پرنور سرکار رحمۃ للعلمین ﷺ کے غلاموں سے

اپیل ہے کہ صدقہ وخیرات

زیر تعمیر

نقشِ ثانی اسلامک یونیورسٹی

کو عنایت فرمائیں

برائے رابطہ
0300-7764560, 03007766223,03007770633,
0301-6898650,0300-7123402-0542-451997

منجانب
شیران اسلام پاکستان